Spot CMYK#Waheed

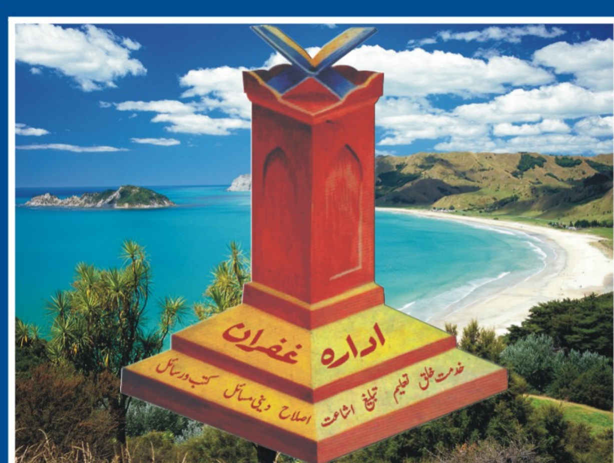

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....یومِ عید کی تعیین میں افتراق وانتشار..............مفتی محمد رضوان ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط۱۲۱)..... حُجّاج کو عرفات اور مزدلفہ سے لوٹنے کا حکم........// // ۶

درسِ حدیث ....نظر لگنے کی حقیقت اور اس کا علاجِ نبوی (قسط۲)..// // ۱۲

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

اہلِ جنت کی مجالس کا نقشہ (جنت کے قرآنی مناظر:۲۶)...........................مفتی محمد امجد حسین ۱۷

اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے (بسلسلہ دفاعِ پاکستان قسط:۳)...............................// // ۲۰

ماہِ شوال: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..................مولانا طارق محمود ۲۳

علم کے مینار:...........امام شافعی کے اخلاق اور صفات............مولانا محمد ناصر ۲۵

تذکرۂ اولیاء:.................حضرت ابوبکر کی مدینہ کی طرف ہجرت..............// // ۳۰

پیارے بچو!......................مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ.....................// // ۳۶

بزمِ خواتین ....خواتین کا ایک دوسرے کے ساتھ لیٹنا..........مفتی محمد رضوان ۳۷

آپ کے دینی مسائل کا حل.... عُشر کے نصاب کی تحقیق (تیسری وآخری قسط)....ادارہ ۴۲

کیا آپ جانتے ہیں؟.. کیا بنوہاشم اور سید کو زکاۃ دینا جائز ہے؟ (چھٹی وآخری قسط)..مفتی محمد رضوان ۵۸

عبرت کدہ .... حضرت آدم وحوا کی توبہ...............مولانا طارق محمود ۷۹

طب وصحت...............ادرک Ginger کے فوائد وخواص ....مفتی محمد رضوان ۸۴

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز................مولانا محمد امجد حسین ۸۹

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں............حافظ غلام بلال ۹۰

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

مفتی محمد رضوان

یومِ عید کی تعیین میں افتراق وانتشار

وطنِ عزیز میں مدتِ دراز سے عید کے دن کی تعیین میں تقریباً ہر سال اختلاف وافتراق اور انتشار رونما ہوتا ہے، اور عموماً عید الفطر کے موقع پر بعض علاقوں میں ایک دن کے فرق کے ساتھ آگے پیچھے دو دن عید منائی جاتی ہے، لیکن اس سال عید الاضحیٰ کے موقع پر عجیب صورتِ حال سامنے آئی کہ بعض علاقوں میں تین دن کے فرق کے ساتھ عید منائی گئی، چنانچہ بعض مقامات پر ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ تھی، تو دوسری جگہ ذی الحجہ کی دس تاریخ قرار دے کر عید الاضحیٰ کی نماز اور قربانی کا عمل انجام دیا جارہا تھا، اور تیسرے مقام پر اس دن کو نو ذی الحجہ قرار دے کر یومِ عرفہ کا روزہ رکھا جارہا تھا۔

اس کے علاوہ بعض مقامات پر دس ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ قرار دے کر نمازِ عید اور قربانی کا عمل انجام دیا جارہا تھا، تو کچھ مقامات پر عید الاضحیٰ کا تیسرا دن سمجھا جارہا تھا۔

اس عجیب صورتِ حال سے ملک میں جو انتشار وافتراق کی فضاء بنی، اور لوگوں کو تعطیلات وغیرہ کے حوالہ سے بد نظمی کا سامنا کرنا پڑا، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے والے لوگوں کو عیدِ قربانی کے حوالہ سے کئی مسائل سے دوچار ہونا پڑا، وہ تو اپنی جگہ ہے، اسی کے ساتھ غیر مسلموں کے سامنے اس عجیب صورتِ حال نے جگ ہنسائی کا بھی سماں پیدا کیا۔

جبکہ ہمارے ہمسایہ وسیع ملک ''ہندوستان'' اس طرح کی فضا قائم نہیں ہوتی، جہاں ہمارے ملک سے زیادہ تعداد میں مسلمان اور بڑے بڑے اصحابِ علم موجود ہیں۔

ہمارے یہاں ایک عرصہ سے ''جس کا ڈنڈا، اس کی بھینس'' کی جو فضا قائم ہے، وہ دنیا کے شعبوں تک ہی محدود نہیں، بلکہ دین کے شعبوں میں بھی اس کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

جہاں ایک طرف مختلف علاقوں میں جاگیرداروں کا نظام قائم ہے، اسی طرح دین کے بہت سے احکام ومعاملات میں بھی بعض دینی رہبروں اور پیشواؤں نے اسی جیسا نظام قائم کیا ہوا ہے کہ انہوں نے دین کے معاملات میں لسانی، صوبائی تعصّبات اور بعض فروعی معمولی اختلافات کو ہوا دے کرامت کو افتراق

Idara Ghufran

وانتشار میں مبتلا کر رکھا ہے۔

حالانکہ اس طرح کی قضاء قائم کرنے کی شریعت کی پاکیزہ تعلیمات کی روشنی میں گنجائش نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے اتحادو اتفاق کو برقرار رکھنے کے لئے شریعتِ مطہرہ نے بہت سے احکامات جاری کئے ہیں، اورعیدین وغیرہ کے دن کی تعیین کے حوالہ سے نظم وضبط اوراتحادو اتفاق کو برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں کے ملک میں مسلم حکومت یا اس کی طرف سے مقرر کردہ حاکم کے فیصلہ کو حجت قرار دیا ہے، اگرچہ وہ بعض فقہاء کی رائے کے ہی موافق کیوں نہ ہو۔ ۱

یہاں تک کہ اگرکوئی حکمران فاسق، بدعتی مگر مسلمان ہو، تو اس کا فیصلہ بھی حجت قرار دیا گیا ہے۔ ۲

اور ہمارے ملک میں حکومت کی طرف سے ''رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے نام سے با قاعدہ ایک ادارہ قائم ہے، جس کو ملک کے بڑے اہم مسالک اور سلسلوں کی طرف سے نمائندگی حاصل ہے، جو کہ موجودہ حالات میں بہت غنیمت ہے، اوراس کمیٹی کا ایک چیئر مین مقرر ہے، اورشرعی اعتبار سے اس کو ''رؤیتِ ہلال'' کی جہت سے قاضی کا حکم حاصل ہے، اس لیے شرعی اعتبار سے اس کے فیصلہ کو ملک کی جملہ حدود میں ''قضائے قاضی'' یا ''حکمِ حاکم'' کا درجہ حاصل ہے، ان حالات میں اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں کی طرف سے فیصلے صادر کرنا شرعی اعتبار سے درست نہیں، اس لیے ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے فیصلے

---

۱ ذهب المالكية والحنابلة وبعض الشافعية والحنفية -إلا فى مسائل استثنوها -إلى أن قضاء القاضى فى المجتهدات بما غلب على ظنه وأدى إليه اجتهاده ينفذ ظاهرا وباطنا، ويرفع الخلاف فيصير المقضى به هو حكم الله تعالى باطنا وظاهرا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳ص۳۳۸، مادة "قضاء")

۲ فلا يجوز عند الجمهور تولية فاسق، ولا من فيه نقص يمنع الشهادة، واستدلوا بقول الله تعالى :(يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبإ فتبينوا)فأمر بالتبين عند قول الفاسق، ولا يجوز أن يكون القاضى ممن لا يقبل قوله ويجب التبين عند حكمه؛ ولأن الفاسق لا يجوز أن يكون شاهدا فلئلا يكون قاضيا أولى.

قال القاضى عياض :وفى الفاسق خلاف بين أصحابنا هل يرد ما حكم به وإن وافق الحق، وهو الصحيح، أو يمضى إذا وافق الحق؟ .وقال النووى :الوجه تنفيذ قضاء كل من ولاه سلطان ذو شوكة وإن كان جاهلا أو فاسقا؛ لئلا تتعطل مصالح الناس.وذهب الحنفية فى الأصل عندهم إلى أن الفاسق يجوز تقلده القضاء ؛ لأنه عندهم من أهل الشهادة فيكون أهلا للقضاء ، لكنه لا ينبغى تقليده ويأثم مقلده، قال ابن عابدين :والوجه تنفيذ قضاء كل من ولاه سلطان ذو شوكة وإن كان جاهلا فاسقا وهو ظاهر المذهب وحينئذ فيحكم بفتوى غيره.قال ابن الهمام :قال بعض المشايخ :إذا قلد الفاسق ابتداء يصح، ولو قلد وهو عدل ينعزل بالفسق، لأن المقلد اعتمد عدالته، فلم يكن راضيا بتقليده دونها، وذكر الخصاف أن العدالة شرط الأولوية، فالأولى أن يكون عدلا، لكن لو تقلد الفاسق ينفذ قضاؤه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۳ص ۲۹۴، ۲۹۵، مادة "قضاء")

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے انحراف ورُوگردانی کرنے والے حضرات کو اپنے طرزِ عمل پر منصفانہ طریقہ سے غور کرنا چاہئے، اور وطنِ عزیز کو عیدین کے موقع پر اختلاف وانتشار اور افتراق سے بچانا چاہئے۔

جہاں تک سعودی عرب یا دوسرے ممالک کے ''رؤیتِ ہلال'' کے فیصلوں کا تعلق ہے، تو چونکہ وہاں کی حکومت کی طرف سے، اور مسلمانوں کی حکومت نہ ہونے صورت میں ''جماعتِ مسلمین'' کی طرف سے جو فیصلہ ہوتا ہے، تو وہاں کے لوگ اِنہیں فیصلوں کے پابند ہیں، اور جس طرح ہمارے یہاں کا فیصلہ ان پر حجت قرار نہیں دیا جاتا، اسی طرح ان کا فیصلہ بھی ہمارے اوپر حجت قرار نہیں دیا جائے گا۔

ہم نے جہاں تک نیک نیتی اور منصفانہ طریقہ سے غور کیا تو ہمیں دوسرے ملکوں کے مقابلے میں مختلف جہات سے پاکستان کی ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے نظام اور فیصلوں پر اطمینان حاصل ہوا، اور اس کے خلاف علمی یا عوامی حوالہ سے پیش کیے جانے والے شکوک وشبہات اور دلائل میں زیادہ قوت نظر نہیں آئی۔

دوسری طرف یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کا کردار صرف عیدین کے ''رؤیتِ ہلال'' کے فیصلوں تک محدود نہیں، بلکہ سال کے بارہ مہینوں کے لیے اس کی طرف سے فیصلے ہوتے ہیں، اور بعض حلقوں کی طرف سے صرف عیدین کے موقع پر ہی اختلاف سامنے آتا ہے، وہ بھی عموماً تیس کے چاند کے مقابلہ میں انتیس کے چاند کے ساتھ، اور سال کے باقی مہینوں میں ملک کے طول وعرض میں دینی مدارس وجامعات تک میں ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے فیصلوں کے مطابق مہینوں کے آغاز واختتام اور تاریخوں کا استعمال اور اسی کے موافق عمل ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کسی ادارہ کے گیارہ یا دس مہینوں کے فیصلے خواہ تیس کے چاند کے ہوں یا انتیس کے، بغیر کسی شک وشبہ کے صحیح قرار پاتے ہیں، تو صرف ایک یا دو ماہ میں ہمیشہ انتیس کا مہینہ قرار دے کر اختلاف کرنے سے تو حساب درست نہیں ہوجاتا، اگر ہر ماہ ایک یا دو دن کا اختلاف اور فرق ہوا کرے، تو سال بھر میں تو نصف ماہ کے لگ بھگ کا فرق ہونا چاہئے۔

لہٰذا عیدین کے مبارک موقع پر ''مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی'' کے فیصلے سے انحراف کرنے والے حلقوں کو اپنے اس دوہرے روّیے کو ترک کر کے حکومتِ وقت اور جمہور کے ساتھ چل کر عیدین وغیرہ کے اجتماعی مواقع پر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے، اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر فتنہ وانتشار اور جگ ہنسائی کا باعث بننے سے بچنا چاہئے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہو۔ آمین۔

Idara Ghufran

(سورہ بقرہ قسط۱۲۱، آیت ۱۹۸و۱۹۹) مفتی محمد رضوان

حُجّاج کو عرفات اور مزدلفہ سے لوٹنے کا حکم

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّيْنَ. ثُمَّ أَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورة البقرة، رقم الآيات ۱۹۸ و ۱۹۹)

ترجمہ: پھر جب تم واپس لوٹو عرفات سے، تو ذکر کرو اللہ کا نزدیک مشعرِ حرام کے، اور ذکر کرو اس کا اس طرح جیسا کہ ہدایت دی اس نے تمہیں، اور تھے تم اس سے پہلے یقیناً گمراہ لوگوں میں سے۔ پھر تم واپس لوٹو، اس جگہ سے جہاں سے لوگ واپس لوٹیں، اور استغفار کرو تم اللہ سے، بے شک اللہ غفور ہے، رحیم ہے (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو حجاجِ کرام کو میدانِ عرفات سے نکل کر مزدلفہ میں ذکرُ اللہ کا حکم فرمایا ہے، اور پھر مزدلفہ سے نکلنے کا حکم فرمایا ہے، اور استغفار کرتے رہنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔ [1]

احادیث میں عرفات اور مزدلفہ میں وقوف اور وہاں سے کوچ کرنے کا ذکر آیا ہے۔

حضرت عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِالْمُزْدَلِفَةِ، فَقَالَ: مَنْ صَلّٰى مَعَنَا صَلَاتَنَا هٰذِهِ هَا هُنَا، ثُمَّ أَقَامَ مَعَنَا وَقَدْ وَقَفَ قَبْلَ ذٰلِكَ بِعَرَفَةَ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا، فَقَدْ تَمَّ حَجُّهُ (سنن نسائی) [2]

---

[1] (فإذا أفضتم) دفعتم (من عرفات) بعد الوقوف بها (فاذكروا الله) بعد المبيت بمزدلفة بالتلبية والتهليل والدعاء (عند المشعر الحرام) هو جبل فى آخر المزدلفة يقال له قزح وفى الحديث أنه صلى الله عليه وسلم وقف به يذكر الله ويدعو حتى أسفر جدا رواه مسلم (واذكروه كما هداكم) لمعالم دينه ومناسک حجه والكاف للتعليل (وإن) مخففة (كنتم من قبله) قبل هداه (لمن الضالين) (تفسير الجلالين، سورة البقرة، تحت رقم الآيات ۱۹۸)

[2] رقم الحديث ۳۰۳۹، كتاب المناسک، باب فيمن لم يدرک صلاة الصبح مع الإمام بالمزدلفة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزدلفہ میں وقوف کیے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے ہمارے ساتھ اس نماز کو یہاں پڑھ لیا، پھر وہ ہمارے ساتھ ٹھہرا رہا، اور وہ اس سے پہلے رات یا دن میں عرفہ کا وقوف کر چکا ہے تو اس کا حج پورا ہو گیا (نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوفِ عرفہ دن میں یا رات میں کرنے سے وقوفِ عرفہ کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَقَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ، فَقَالَ: هٰذِهِ عَرَفَةُ، وَهُوَ الْمَوْقِفُ، وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ، ثُمَّ أَفَاضَ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۸۸۵، ابواب الحج، باب ماجاء ان عرفة كلها موقف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات میں ٹھہرے اور فرمایا کہ یہ عرفات وقوف کی جگہ ہے، اور عرفات سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے، پھر جب سورج غروب ہو گیا، تو آپ عرفات سے نکلے (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ وقوفِ عرفات سے نکلنے کا مسنون وقت نو ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے کے بعد ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَارْتَفِعُوْا عَنْ بَطْنِ عُرَنَةَ، وَكُلُّ الْمُزْدَلِفَةِ مَوْقِفٌ، وَارْتَفِعُوْا عَنْ بَطْنِ مُحَسِّرٍ (سنن ابن ماجه) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ پورا کا پورا وقوف کرنے کی جگہ ہے، اور تم بطنِ عرنہ سے الگ رہو، اور مزدلفہ پورا کا پورا وقوف کرنے کی جگہ ہے، اور تم بطنِ محسر (یعنی وادی محسر) سے الگ رہو (ابن ماجہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ واللفظ لهٗ، ورقم الحديث ۳۰۴۳ سنن الترمذی، رقم الحديث ۸۹۱، مسند أحمد، رقم الحديث ۱۸۳۰۱، حديث عروة بن مضرس الطائی)

قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح .قوله تفثه، يعنی :نسكه، قوله ما تركت من حبل إلا وقفت عليه :إذا كان من رمل يقال له حبل، وإذا كان من حجارة يقال له :جبل.

وفی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أن صحابيه لم يرو له سوى أصحاب السنن.

[۲] رقم الحديث ۳۰۱۲، كتاب المناسک، باب الموقف بعرفة.

Idara Ghufran

حَتّٰـى أَتَـى الْمُزْدَلِفَةَ، فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَّاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ، وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ، وَصَلَّى الْفَجْرَ، حِيْنَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ، بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ، ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ، حَتّٰى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ، فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ، فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى أَسْفَرَ جِدًّا، فَدَفَعَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَأَرْدَفَ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ (مسلم،رقم الحديث ۱۲۱۸ ”۱۴۷“، باب حجة النبی ﷺ)

ترجمہ: یہاں تک کہ آپ مزدلفہ پہنچ گئے،تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل وغیرہ نہیں پڑھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوگئی اور جس وقت کہ صبح ظاہر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان اور اقامت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصویٰ اونٹنی پر سوار ہوکر مشعرِ حرام (یعنی مزدلفہ میں واقع مخصوص مسجد) آئے اور قبلے کی طرف رخ کر کے دعاء، تکبیر اور تہلیل وتوحید میں مصروف رہے، دیر تک وہاں کھڑے رہے، جب خوب روشنی واُجالا ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے چل پڑے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب وعشاء اکٹھی پڑھ کر رات کو آرام کرنے کے بعد جلد فجر کی نماز پڑھ کر پھر دعاء وذکر وغیرہ میں مصروف رہنا چاہئے، اور سورج طلوع ہونے سے کچھ پہلے جب خوب روشنی ہوجائے، وہاں سے منیٰ وغیرہ کو روانہ ہونا چاہئے۔

فقہائے کرام نے احادیث سے استدلال کرتے ہوئے حجاجِ کرام کے لئے وقوفِ عرفہ اور مزدلفہ کے احکام بیان فرمائے ہیں۔

وقوفِ عرفہ، حج کا رکنِ اعظم اور سب سے بڑا فریضہ ہے، جس کے بغیر حج کسی طرح ادا نہیں ہوتا، اور اس کے فوت ہونے سے حج فوت ہوجاتا ہے۔

اور وقوفِ عرفہ سے مراد مخصوص زمانہ میں عرفات کے میدان میں موجود ہونا ہے۔

Idara Ghufran

وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کے لئے میدانِ عرفات کی کوئی خاص جگہ متعین نہیں، بلکہ میدانِ عرفات کی حدود میں جس جگہ بھی وقوف کرلیا جائے، تو وہ بغیر کسی کراہت کے درست ہوجاتا ہے، جبکہ کسی کو ایذاء وتکلیف نہ پہنچائی جائے، مثلاً لوگوں کے گزرنے والی جگہ میں پڑاؤ نہ ڈالا جائے، البتہ بطنِ عرنہ جسے وادیِ عرنہ بھی کہا جاتا ہے، میں وقوف کرنا معتبر نہیں، کیونکہ یہ جگہ عرفات کی حدود سے باہر ہے۔

وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کی ابتداء حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک نو ذی الحجہ کے دن سورج کا زوال ہونے پر ہوتی ہے۔

جبکہ حنابلہ کے نزدیک وقوفِ عرفہ کی ابتداء نو ذی الحجہ کی طلوعِ فجر پر ہوجاتی ہے۔

اور وقوفِ عرفہ کی ادائیگی کا وقت تمام فقہائے کرام کے نزدیک دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر پر ختم ہوتا ہے، یعنی وقوفِ عرفہ کے فریضہ کی ادائیگی کا وقت پوری رات جاری رہتا ہے، اور دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ عرفات اور منیٰ کے درمیان مزدلفہ واقع ہے، جس کے ایک حصہ میں مشعرِ حرام کے نام سے مسجد واقع ہے۔ اور حج کے واجباتِ اصلیہ میں سے ایک واجب مزدلفہ میں وقوف کرنا یا رات گزارنا ہے۔

البتہ معذور حضرات پر یہ عمل واجب نہیں۔

پھر حنفیہ کے نزدیک وقوفِ مزدلفہ کا واجب وقت دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے لے کر سورج طلوع ہونے کے درمیان ہے، اگر کوئی اس وقت میں تھوڑے سے وقت کے لئے بھی مزدلفہ میں وقوف کرلے، تو اس کا واجب ادا ہوجاتا ہے، اور اگر اس پورے عرصہ میں تھوڑے سے وقت کے لئے بھی کوئی وقوف نہ کرے، خواہ طلوعِ فجر سے پہلے کا وقت مزدلفہ میں گزار لے، مگر طلوعِ فجر سے پہلے وہاں سے نکل جائے، تو اس پر دَم واجب ہوتا ہے، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اس کو ترک کیا جائے، مثلاً رَش اور ہجوم کی وجہ سے، تو دَم واجب نہیں ہوتا، اور حنفیہ کے نزدیک طلوعِ فجر سے پہلے رات کا وقت مزدلفہ میں گزارنا سنت ہے۔

جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام کے نزدیک مزدلفہ میں طلوعِ فجر سے پہلے کا کچھ وقت گزارنا واجب ہے، جس کو ان حضرات نے ''مبیتِ مزدلفہ'' سے تعبیر فرمایا ہے، اور ان حضرات کے نزدیک طلوعِ فجر کے بعد وقوف واجب نہیں، بلکہ سنت ہے، لہٰذا ان حضرات کے نزدیک اگر کوئی شخص دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے کچھ وقت مزدلفہ میں گزار کر، طلوعِ فجر ہونے سے پہلے نکل جائے، تو اس پر دَم واجب نہیں ہوتا، اور اگر اس کے برعکس طلوعِ فجر سے پہلے کا وقت مزدلفہ میں نہ گزارے، خواہ طلوعِ فجر کے بعد کا کچھ وقت گزارے، تو دَم واجب ہوتا ہے۔

اگر بآسانی ممکن ہو تو فجر کے بعد مزدلفہ میں واقع مشعرِ حرام نامی مسجد کے قریب ذکر و دعاء میں مشغول رہنا

Idara Ghufran

سنت ومستحب ہے،لیکن مزلفہ میں کسی اور جگہ یہ عمل کرنے پرکوئی دَم وغیرہ واجب نہیں۔

اور مزدلفہ کے میدان میں جس جگہ بھی رات گزاری جائے، یا وقوف کیا جائے،تو اس سے وقوفِ مزدلفہ کا حکم پورا ہوجاتا ہے،مزدلفہ کے کسی خاص حصہ میں ٹھہرنا یا پہنچنا ضروری نہیں۔

البتہ بطنِ محسّر یا وادیٔ محسر نام کی جگہ میں وقوفِ مزدلفہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہاں اصحابِ فیل کو بیتُ اللہ پر چڑھائی کی کوشش کرتے وقت عذاب دیا گیا تھا۔

اور اکثر فقہائے کرام کی تحقیق کے مطابق وادیٔ محسر مزدلفہ کا حصہ نہیں،اس لئے اس حصہ میں وقوف کرنا درست ومعتبر نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہماری کتاب''مناسکِ حج کے فضائل واحکام''مطبوعہ:ادارہ غفران،راولپنڈی)

اہم اعلان

ادارہ غفران، چاہ سلطان،گلی نمبر 17،راولپنڈی میں حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب جمعہ کا خطاب 12 بجے دن شروع فرماتے ہیں،اور نمازِ جمعہ کا قیام پونے ایک بجے(12:45)ہوتا ہے اور نمازِ جمعہ کے بعد عوام کے لئے شرعی مسائل کے سوال وجواب کی نشست بھی منعقد ہوتی ہے۔

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ:ارکانِ اسلام — اضافہ وتحقیق شدہ دوسرا ایڈیشن

زکاۃ
کے
فضائل واحکام

قرآن وسنت اوراسلامی فقہ کی روشنی میں زکاۃ کی فرضیت واہمیت
زکاۃ کے فضائل وفوائد، ترکِ زکاۃ کے نقصانات اور وعیدیں، زکاۃ کی اقسام،
سونے چاندی، مالِ تجارت اور کرنسی کی زکاۃ اورسائمہ جانوروں کی زکاۃ کے قدیم
وجدید مفصل ومدلل باحوالہ احکام
زکاۃ کے متعلق اہم اموروسائل پرعلمی وتحقیقی کلام

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ:اصلاحِ افکار

مولانا عبیدُ اللہ سندھی کے افکار
اور
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے نظریات
کا تحقیقی جائزہ

فلسفہ اورفکرِ ولی اللّٰہی ومولانا عبیدُ اللہ سندھی کے متعلق اہلِ علم واہلِ افتاء کی آرا
تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی طرف نسبت کی حقیقت۔
مولانا عبیداللہ سندھی کی طرف منسوب غیرمعتدل وشاذ افکار پرکلام
مولانا سندھی اور تنظیمِ فکرِ ولی اللّٰہی کے متعلق متعدد اکابر
اوراہلِ علم واہلِ قلم حضرات کی آرا وتحریرات اورفتاوٰی

مؤلف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

(بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام) (اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن)

ماہِ محرم کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن حدیث، فقہ اور سلفِ صالحین کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے پہلے مہینے ''محرم الحرام'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل اور سہل انداز میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اور اسلامی وقمری سَن وماہ کی اہمیت اوراس کے مقابلہ میں دوسرے نظاموں کے حقائق کوواضح کیا گیا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کے دن کی فضیلت واہمیت اوراس سے متعلقہ احکامات ومنکرات کا جائزہ لیا گیا ہے، نیز اس مہینہ کی نسبت سے معاشرے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا معتدل ومثبت انداز میں ازالہ کیا گیا ہے۔اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مؤلف
مفتی محمد رضوان
مدیر
ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ:اصلاح وتزکیہ

وساوِس اور حقائق

قرآن وسنت، فقہاء ومحدثین اوراہل السنۃ والجماعۃ کی تعلیمات وہدایات کی روشنی میں وسوسوں کی حقیقت اوران کے احکام، وسوسوں کی اقسام وانواع، وسوسوں کے گناہ ہونے نہ ہونے کا حکم، وسوسوں پرعمل اوران کی تصدیق کے نتائج ونقصانات، وہم اور مالیخولیا کی بیماری کی حقیقت اوراس سے متعلق واقعات، ایمان، گناہ، ناپاکی، حرمت، طہارت، استنجاء، وضو، غسل، نماز، طلاق اور خواب وغیرہ سے متعلق وسوسوں پر تفصیلی کلام، پاکی وناپاکی اور حلت وحرمت سے متعلق اہم اصول اور مسائل، اورناپاک چیز کو پاک کرنے کی سہل وآسان صورتیں، وسوسوں کے ضرر ونقصان سے حفاظت کا طریقہ۔

مصنف
مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نظر لگنے کی حقیقت اور اس کا علاجِ نبوی (قسط۲)

نظر لگنے کا اثر ونقصان

نظرِ بد کا لگنا انتہائی سنگین اور خطرناک چیز ہے، جو بڑے بڑے نقصانوں، بلکہ بعض اوقات موت کا بھی سبب بن جاتی ہے، کئی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے، ذیل میں اس طرح کی چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ (مسلم ، رقم الحديث ۲۱۸۸ "۴۲" كتاب السلام)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ نظر کا لگ جانا برحق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو نظر کا لگ جانا اس پر سبقت لے جاتی (مسلم)

حضرت عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَيْسٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ وَلَدَ جَعْفَرَ تُسْرِعُ إِلَيْهِمُ الْعَيْنُ أَفَأَسْتَرْقِي لَهُمْ فَقَالَ نَعَمْ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ (ترمذى، رقم الحديث ۱۹۸۵ ،كتاب الطب،باب ما جاء فى الرقية من العين، ابنِ ماجة رقم الحديث ۳۵۰۱،مسند احمد رقم الحديث ۲۷۴۷۰) [1]

---

[1] قَالَ الترمذى:وَفِي الْبَاب عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَبُرَيْدَةَ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

وفى حاشية مسند احمد:حديث حسن، عروة بن عامر -وهو المكّى -روى عنه جمعٌ، وذكره ابنُ حبان فى "الثقات"، وقيل :له صحبة، والصحيح أنه تابعى، وعُبيد -ويقال :عُبيد الله -بن رِفاعة الزُّرَقى مختلف فى صحبته كذلك، وقد روى عنه جمع، وذكره ابنُ حِبَّان فى "ثقاته"، وقال العجلى :تابعى ثقة .وبقية رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح.

وقال الالبانى: قلت :و رجاله ثقات مشهورون من رجال الشيخين غير عبيد بن رفاعة و هو ثقة و غير عروة بن عامر ، قال فى التقريب " :مختلف فى صحبته ، له حديث فى الطيرة و ذكره ابن حبان فى ثقات التابعين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: حضرت اسماء بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جعفر کے بچوں کو بہت جلد نظر لگ جاتی ہے، کیا میں ان کے لئے جھاڑ پھونک کرلیا کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں (جھاڑ پھونک کرلیا کرو) اوراگرکوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جاسکتی تو نظر لگنا اس پر سبقت لے جاتی (ترمذی)

نظر لگنا تو برحق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز طے شدہ ہے، اس پر کوئی چیز غالب نہیں آتی، یہاں تک کہ نظرِ بد جیسی تیز ترین چیز بھی، اورنظرِ بد جس چیز پر اثر انداز ہوتی ہے، خواہ وہ اس چیز کی تباہی وہلاکت کی شکل میں ہو، یا کسی اور شکل میں، تو وہ باذنِ الٰہی ہوتی ہے۔ [۱]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جُلُّ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْ أُمَّتِيْ بَعْدَ قَضَاءِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَقَدَرِهٖ بِالْأَنْفُسِ يَعْنِيْ بِالْعَيْنِ (مسند الطيالسى، رقم الحديث ۱۸۶۸،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

"ثم أخرج الترمذى الحديث من طريق أيوب عن عمرو بن دينار عن عروة بن عامر عن عبيد بن رفاعة عن أسماء بنت عميس عن النبى صلى الله عليه وسلم .قلت :فصرح أيوب أنه من مسند أسماء خلاف المتبادر من رواية سفيان الأولى .و للحديث شاهد صحيح من رواية ابن عباس تقدم قبله .و قد رواه الترمذى بلفظ ":لو كان شىء سابق القدر لسبقته العين و إذا استغسلتم فاغسلوا . "و قال ":حديث حسن صحيح (السلسلة الصحيحة ،تحت حديث رقم ۱۲۵۲)

[۱] وعن ابن عباس رضى الله عنهما عن النبى قال العين أى أثرها حق وتحقيقه أن الشىء لا يعان إلا بعد كماله وكل كامل يعقبه النقص ولما كان ظهور القضاء بعد العين أضيف ذلك إليها فلو كان شىء سابق القدر أى غالبه فى السبق سبقته العين أى لغلبته العين والمعنى لو أمكن أن يسبق القدر شىء فيؤثر فى إفناء شىء وزواله قبل أوانه المقدر له سبقت العين القدر وحاصله إن لإهلاك ولا ضرر بغير القضاء والقدر ففيه مبالغة لكونها سببا فى شدة ضررها ومذهب أهل السنة إن العين يفسد ويهلك عند نظر العائن بفعل الله تعالى أجرى العادة أن يخلق الضرر عند مقابلة هذا الشخص لشخص آخر قال النووى فيه إثبات القدر وإن الأشياء كلها بقدر الله تعالى قال الطيبى المعنى أن فرض شىء له قوة وتأثير عظيم سبق المقدر لكان عينا والعين لا يسبق فكيف بغيرها وقال التوربشتى قوله العين حق أى الإصابة بالعين من جملة ما تحقق كونه وقوله ولو كان شىء سابق القدر كالمؤكد للقول الأول وفيه تنبيه على سرعة نفوذها وتأثيرها فى الذوات وإذا استغسلتم بصيغة المجهول فاغسلوا كانوا يرون أن يؤمر العائن فيغسل أطرافه وما تحت الإزار فتصب غسالته على المعيون يستشفون بذلك فأمرهم النبى أن لا يمتنعوا عن الاغتسال إذا أريد منهم ذلك وأدى ما فى ذلك دفع الوهم من ذلك وليس لأحد أن ينكر الخواص المودعة فى أمثال ذلك ويستبعدها من قدرة الله وحكمته لا سيما وقد شهد بها الرسول وأمر بها (مرقاة، كتاب الطب والرقى)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۳۰۵۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا بہت بڑا طبقہ اللہ کے فیصلہ اور اس کی کتاب اور تقدیر کے بعد ''نفس'' یعنی نظر لگنے کی وجہ سے فوت ہوگا (طیالسی، بزار)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا فیصلہ اور تقدیر تو سب پر غالب ہے، لیکن اس کے بعد موت کا بڑا سبب نظرِ بد کا لگ جانا ہے، اور اسی وجہ سے نظرِ بد کے باعث بہت سے لوگ فوت ہو جاتے ہیں۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْعَيْنُ تَدْخُلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَالْجَمَلَ الْقَدْرَ (حلية الأولياء، لابى نُعيم الأصبهانى) [3]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظرِ بد (باذنِ الٰہی) آدمی کو قبر میں اور اونٹ کو دیگ میں

---

[1] قال الهيثمى:رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح، خلا الطالب بن حبيب بن عمرو، وهو ثقة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۴۲۳، باب ماجاء فى العين)

وقال ابن حجر:وقد أخرج البزار من حديث جابر بسند حسن عن النبى صلى الله عليه وسلم قال أكثر من يموت من أمتى بعد قضاء الله وقدره بالأنفس قال الراوى يعنى بالعين(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص۲۰۴،قوله باب العين حق)

و قال الالبانى: أكثر من يموت من أمتى بعد كتاب الله وقضائه وقدره بالأنفس .(يعنى بالعين) ." أخرجه الطيالسى فى "مسنده(۱۷۶۰) "وعنه الطحاوى فى "المشكل(۷۷/۴)" :حدثنا طالب حبيب بن عمرو بن سهل -ضجيع حمزة -قال :حدثنى عبد الرحمن بن جابر عن أبيه. قلت :وهذا إسناد حسن .ابن جابر ثقة محتج به فى "الصحيحين "، وطالب بن حبيب صدوق يهم كما فى "التقريب ."ومن طريقه رواه ابن أبى عاصم فى "السنة " (ق ۲۴/۲) والعقيلى(۱۹۶)وابن عدى(۲۰۸/۱)وقال فى طالب " :أرجو أنه لا بأس به ."والحديث قال الهيثمى فى "المجمع (۱۰۶/۵) ""رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح، خلا طالب بن حبيب بن عمرو وهو ثقة ."وقال الحافظ فى "الفتح(۱۶۷/۱۰) " "وسنده حسن ."وقال السخاوى فى "المقاصد " :"ورجاله ثقات (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۷۴۷)

[2] (أكثر من يموت من أمتى بعد قضاء الله وقدره بالعين) وفى رواية بالنفس وفسر بالعين وذلك لأن هذه الأمة فضلت باليقين على سائر الأمم فحجبوا أنفسهم بالشهوات فعوقبوا بآفة العين فإذا نظر أحدهم بعين الغفلة كانت عينه أعظم والذم له ألزم (قل إن الهدى هدى الله أن يؤتى أحد مثل ما أوتيتم) فلما فضلهم الله باليقين لم يرض منهم أن ينظروا إلى الأشياء بعين الغفلة وتتعطل منة الله عليهم وتفضيله لهم .ذكره الحكيم(الطيالسى) أبو داود (تخ والحكيم) الترمذى (والبزار) فى مسنده والضياء فى المختارة كلهم عن جابر بن عبد الله قال الحافظ فى الفتح سنده حسن وتبعه السخاوى وقال الهيثمى بعد ما عزاه للبزار رجاله رجال الصحيح خلا طلب ابن حبيب ابن عمرو وهو ثقة (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۳۸۵)

[3] ج۷ص۹۰،مسند الشهاب القضاعى،رقم الحديث ۱۰۵۷،إن العين لتدخل الرجل القبر،تاريخ بغداد ج۹ص۲۴۴. قال الالبانى: و إسناده حسن عندى(السلسلة الصحيحة ، تحترقم الحديث ۱۲۴۹)

Idara Ghufran

داخل کردیتی ہے (حلیۃ الأولیاء)

مطلب یہ ہے کہ نظرِ بد کے اثر کی وجہ سے انسان اور جانور وفات پاجاتا ہے۔

اونٹ کو دیگ میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اونٹ نظرِ بد کی وجہ سے موت کے قریب پہنچ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اسے ذبح کرنا پڑتا ہے، اور اس کا گوشت دیگ میں پکنے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ ۱؎

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعَيْنُ حَقٌّ، تَسْتَنْزِلُ الْحَالِقَ (مسند احمد) ۲؎

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ نظر لگنا برحق ہے، جو (انسان کو) بلند ترین پہاڑ سے بھی نیچے گرا سکتی ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ نظر لگنے میں اتنی تاثیر ہے کہ اس کے اثر سے انسان بلند ترین جگہ سے گرا کر اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرلیتا ہے۔ ۳؎

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَيْنَ لَتُوْلَعُ الرَّجُلَ بِإِذْنِ اللّٰهِ، حَتّٰى

۱؎ (العين تدخل الرجل القبر) أى تقتله فيدفن فى القبر (وتدخل الجمل القدر) أى إذا أصابته مات أو أشرف على الموت فذبحه مالكه وطبخه فى القدر يعنى أن العين داء والداء يقتل فينبغى للعائن أن يبادر إلى ما يعجبه بالبركة ويكون ذلك رقية منه (فائدة) أخرج ابن عساكر أن سعيدا الساجى من كراماته أنه قيل له: احفظ ناقتك من فلان العائن فقال: لا سبيل له عليها فعانها فسقطت تضطرب فأخبر الساجى فوقف عليه فقال: بسم الله حبس حابس وشهاب قابس رددت عين العائن عليه وعلى أحب الناس إليه وعلى كبده وكلوتيه وشيق وفى ماله يليق فأرجع البصر هل ترى من فطور الآية فخرجت حدقتا العائن وسلمت الناقة.(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت حديث رقم ۵۷۴۸)

۲؎ رقم الحديث ۲۴۷۷، ورقم الحديث ۲۶۸۱، المعجم الكبير للطبرانى رقم الحديث ۱۲۶۶۲، مستدرک حاكم رقم الحديث ۷۶۰۶)

قال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ بِهَذِهِ الزِّيَادَةِ "وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح.

وفى حاشية مسنداحمد: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

قال الالبانى: الحديث له شاهد بلفظ: (إن العين لتوقع الرجل) و قد مضى برقم (۸۸۹) فهو به حسن إن شاء الله تعالى (السلسلة الصحيحة تحت رقم الحديث ۱۲۵۰)

۳؎ (العين حق) أى الإصابة بالعين من جملة ما تحقق كونه (تستنزل الحالق) أى الجبل العالى قال الحكماء: والعائن يبعث من عينه قوة سمية تتصل بالمعان فيهلك أو يهلك نفسه قال: ولا يبعد أن تنبعث جواهر لطيفة غير مرئية من العين فتتصل بالمعين وتخلل مسام بدنه فيخلق الله الهلاک عندها كما يخلقه عند شرب السم وهو بالحقيقة فعل الله قال المازرى: وهذا ليس على القطع بل جائز أن يكون، وأمر العين مجرب محسوس لا ينكره إلا معاند(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوى، تحت حديث رقم ۵۷۴۵)

Iqra Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

يَصْعَدَ حَالِقًا ثُمَّ يَتَرَدّٰى مِنْهُ(مسند احمد) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نظرِ بد باذنِ الٰہی آدمی پر تیزی سے اثر انداز ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس کو بلند پہاڑ پر چڑھا دیتی ہے، پھر اس کو وہاں سے گرا دیتی ہے(مسند احمد)

یعنی نظرِ بد کے اثر کی وجہ سے بعض اوقات انسان مثلاً زندگی سے اُکتا جاتا ہے، یا کوئی اور وجہ بن جاتی ہے، اور وہ بلند جگہ چڑھ کر اپنے آپ کو گرا کر ہلاک کر لیتا ہے۔

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ میری امت کے آدھے لوگوں کی قبریں نظرِ بد کی وجہ سے کھودی جائیں گی۔ مگر اس حدیث کی سند نا قابلِ اعتبار قرار دی گئی ہے۔ ۲؎

معلوم ہوا کہ نظرِ بد کا حقیقت میں وجود ہے، اور اس کا نظر لگنے والے پر بدترین اثر ہو سکتا ہے۔

اور نظرِ بد چونکہ حسد اور رشک کی طرح ایک نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے جو دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہے، لہٰذا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نابینا ہو اور اس کے سامنے دوسرے کے اوصاف وحالات بیان کئے جائیں جن کو سن کر اس کے اندر یہ نفسیاتی کیفیت پیدا ہو اور اس کے ذریعہ سے اس کی نظر دوسرے کو لگ جائے، اور کبھی بغیر ارادے کے بھی یہ نفسیاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر اس کے ارادہ کے بغیر بھی دوسروں کو نظر لگ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (جاری ہے......)

۱؎ رقم الحديث ۲۱۳۰۲، مسند البزار رقم الحديث ۳۹۷۲، كشف الأستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۳۰۵۳)

قال الهيثمي: رواه أحمد والبزار ورجال أحمد ثقات(مجمع الزوائد ج۵ص۱۰۶ ،باب ما جاء فی العين)

و قال الالبانی:قلت :و للحديث شاهد بلفظ " :العين حق تستنزل الحالق "فهو به قوى(السلسلة الصحيحة للالبانی تحت رقم الحديث ۸۸۹)

۲؎ عن علی بن عروة، عن عبد الملک، عن داود بن أبی عاصم، عن أسماء بنت عميس، قالت :سمعت رسول الله ﷺ يقول :نصف ما يحفر لأمتی من القبور من العين (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳۹۹)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی، وفيه علی بن عروة الدمشقی، وهو كذاب .(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۴۲۲)

و قال الالبانی: "نصف ما يحفر لأمتی من القبور من العين ."موضوع.أخرجه الطبرانی فی "المعجم الكبير(۲۴/۱۵۵/۳۹۹) "من طريق علی بن عروة عن عبد الملک عن داود بن أبی عاصم عن أسماء بنت عميس قالت :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :فذكره .قلت :وهذا موضوع، آفته ابن عروة هذا، قال الهيثمی فی "المجمع(۵/۱۰۶) " والسخاوی فی "المقاصد " :"وهو كذاب ."قلت :وهو مما سود به السيوطی "الجامع الصغير !"وانظر "الصحيحة(۷۴۷) "(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۱۶۴۸)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مقالات و مضامین (جنت کے قرآنی مناظر:۲۶) مفتی محمد امجد حسین

اہلِ جنت کی مجالس کا نقشہ

عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِینَ (اہلِ جنت اونچی نشستوں پر آمنے سامنے ہوں گے)

جنتیوں کی بیٹھک و مجالس کی صورت گری اس آیت سے یہ سامنے آتی ہے کہ وہاں کسی کی کسی کی طرف پشت نہ ہوگی۔ ان کی مجالس کا روپ نقشہ اور ھیئت و بناوٹ اس طرح کی ہوگی کہ ہمیشہ باہم آمنا سامنا رہے، اس کی عملی صورت اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا ہوگی۔ آیا بہت بڑی دائرہ نما مجلس ہوگی، جیسے جدید تمدنی زندگی میں کانفرنس ہال، سیمینار، آڈیٹوریم، مجالس ملی، ایوان، پارلیمان، نیم دائرہ کی شکل میں مرحلہ وار بلندی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں، اسی طرح گول میز یا راؤنڈ ٹیبل کی صورت میں باہم ملاقات و مشاورت اور مذاکرات و مباحثات کا سلسلہ قومی و بین الاقوامی طور پر عالمی امور میں مختلف طبقوں کے درمیان عرصے سے رائج ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرے سے رابطہ و ملاقات کرنے کی جدید ٹیکنالوجی سے وجود پذیر ہونے والے مختلف ذرائع مواصلات (Communication) وائرلیس، ٹیلی فون، موبائل سیٹ، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ سروسز وغیرہ کی شکل میں جو نت نئی صورتیں آج کی زندگی میں عام ہیں جن کا شائد آج سے سوسال پہلے کے لوگوں نے تصور بھی نہ کیا ہو۔ ان میں سے کسی سے ملتی جلتی شکل وہاں باہم ملاقات کی ہو۔ نیٹ سروس (Internet technologies) نے گذشتہ ایک دوعشروں میں انسان کو اس قابل بنا دیا کہ مشرق کے ایک سرے پر بسنے والا انسان مغرب کے دوسرے کنارے پر رہنے والے انسان سے براہ راست اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ اسے دیکھ اور سن رہا ہوتا ہے اس سے بالمشافہ بات کر رہا ہوتا ہے، حالانکہ ایک بیسیوں ہزار میل ادھر اور دوسرا ادھر ہے، دونوں اپنے اپنے مقام اور گھر میں، اور گھر کے بند کمرے میں بیٹھے ہیں۔ درمیان میں بحرالکاہل (Pacific ocean) اور بحر اوقیانوس (The Atlantic ocean) جیسے طویل و عریض، عمیق و مدید سمندر حائل ہیں۔ ہندوکش اور ھمالیہ جیسے ہزاروں میل پر پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلے اور گھاٹیاں حائل ہیں۔ مشہ بروم، راکاپوشی اور کے ٹو جیسی فلک بوس چوٹیاں حائل ہیں۔ حتیٰ کہ موبائل کانفرنسنگ کی صورت میں کئی کئی لوگ دنیا کے مختلف گوشوں میں بیٹھے باہم ہم مجلس و مخاطب ہوتے ہیں، تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اور نکاح کا

Idara Ghufran

بندھن جس میں ایجاب وقبول کے لئے فریقین کا ہم مجلس ہونا ایک شرعی تقاضہ ہے، آج بعض اہل علم موبائل یا نیٹ کانفرنسنگ کو حکمی ومعنوی طور پر ایک مجلس قرار دیکر اس صورت میں کئے جانے والے نکاح کی صحت کے قائل ہونے لگے ہیں تو یوں قیاس ہوتا ہے کہ اہل جنت کو کسی نیٹ یا موبائل جیسے آلات اور نیٹ ورکنگ (Networking) کے بغیر وہ قدرتوں والا خالق، جنت کا مالک ایسی نظر ونگاہ، ایسے کان اور ایسی زبان اور زبان میں ایسی آواز عطا فرمائیں کہ جن کے سامنے فاصلے اور مسافتیں بالکل بے حیثیت ہوں۔ بغیر آلات کے محض دل ودماغ کی قوت وتوجہ سے وہ ہزاروں لاکھوں میل کے فاصلے سے ایک دوسرے کو دیکھ سن رہے ہوں اور باہم مخاطب ہوتے ہوں تو آج کے انٹرنیشنل نیٹ ورکنگ ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے والے انسان کے لئے یہ بات سمجھنے اور ماننے میں کیا اچنبھا ہوسکتا ہے، نیز توجہ ڈالنے اور اپنی چاہت، ارادے اور اغراض کو بغیر کسی قسم کے آلات کے دوسرے تک پہنچانے کی خود اسی ناسوتی دنیا میں ایک شکل مسمریزم (Msmryzm) یا ٹیلی پیتھی (Telepathy) کی صورت میں بھی موجود ہے، جس میں ایک شخص اپنے دماغ اور قوتِ خیالیہ سے دوسرے کے دماغ اور قوتِ خیالیہ پر اثر ڈالتا ہے، اور اپنا مافی الضمیر اس تک پہنچاتا ہے (تبت کے لاما اس فن میں بڑے ماہر شمار ہوتے ہیں)

كَأْسٍ مِنْ مَعِينٍ (صاف وشفاف شراب کے جام)

معین کے دو معنی ہوسکتے ہیں، ایک صاف وشفاف نتھری ہوئی شراب، دوم شراب کا چشمہ یا نہر۔ دونوں معانی ملحوظ رکھنے سے جنتی شراب کی کثرت وبہتات بھی اور اس کی کوالٹی واعلیٰ معیار بھی سامنے آتا ہے۔

بیضآء۔ سفید، صاف وشفاف اور لطیف شراب، انگور وکھجور کی جھاگ مارتی، بدبو چھوڑتی، دنیا کی ام الخبائث شراب سے اس شراب طہور کو کیا نسبت ہے؟ یہ دنیوی شراب انگور وکھجور وغیرہ کے سڑنے، گلنے، بدبو چھوڑنے، بھرپور سڑاند پیدا ہونے، اور جن چیزوں سے کشید کی جاتی ہے ان میں کامل فساد وطغیان، ابال اور جھاگ اٹھنے سے بنتی ہے اس لئے پینے والوں کے ہوش وحواس، عقل وسمجھ اور بصیرت وبصارت، گردے اور معدے، دل ودماغ سب کو فساد وطغیان، اور خلل وخرابی سے بھر دیتی ہے۔ ذوق نے کہا تھا:

ذوق! دیکھ دخترِ رز کو نہ لگا منہ   چھٹتی نہیں منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

لَا فِيهَا غَوْلٌ (وہ شراب کوئی آفت نہ لائے گی)

اس کے برعکس جنت کے شراب طہور کی اس آیت میں جو صفات بیان ہوئی ہیں کہ نہ اس سے خمار وبدمستی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

طاری ہوگی اور نہ عقل بہکے گی۔نکتہ: قرآن مجید کا اختیار کردہ لفظ ’’غَول‘‘ یہاں آفت کے معنی میں ہے جو دنیا کی شراب کا خاصہ ہے کہ وہ آفت لاتی اور ڈھاتی ہے، کس پر؟ دل و دماغ، عقل پر، ھوش و حواس اور سمجھ پر، پھر یہ آفت کا پرکالا شرابی سوسائٹی اور معاشرے پر اپنی آفت بلکہ آفات ڈھاتا ہے۔اسی آفت کو کسی نے دردِ سر سے تعبیر کیا، کسی نے پیٹ کے درد اور معدے کے فساد سے، کسی نے عقل کے بہک جانے سے۔تو جنت کی شراب طہور ان علتوں اور قباحتوں سے پاک ہوگی، قران مجید نے دوسرے مواقع پر اس کے لئے طہور کی صفت لائی ہے یعنی پاکیزہ شراب تو وہ نوع بنوع پاکیزگیوں اور لطافتوں کی حامل ہوگی جو پینے والے کو اس کے پینے سے حاصل ہوں گی مثلاً روح کی پاکیزگی، دل دماغ اور خیالات کی پاکیزگی، معدے اور جگر کی پاکیزگی وصفائی، جسم وجاں میں اس کے پینے سے نو بہ نو آسودگی حاصل ہوگی۔

قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ (پست نگاہوں، موٹی آنکھوں والی حسینائیں)

جنتی عورتوں، حوروں کی صورت اور سیرت ظاہر و باطن کی چند بنیادی خوبیاں یہاں بیان ہوئی ہیں، جسمانی حسن میں کامل ہوں گی جس کی ایک علامت موٹی موٹی آنکھوں والی ہونا ہے کہ یہ نسوانی حسن کی ہمیشہ ایک واضح نشانی شمار ہوئی ہے، نگاہیں حیا وشرم کے مارے جھکی ہوں گی، آنکھ کا باطنی اور حقیقی حسن جو عورت کی پوری شخصیت کو حقیقی اور فطری حسن عطا کرتا ہے، عفت، شرم، اور حیا ہے۔جس کی ظاہری نشانی جھکی ہوئی نگاہیں ہیں۔

بَیْضٌ مَکْنُونٌ (چھپا کے رکھے ہوئے انڈے)

انڈے مرغی کے پروں کے جب تک نیچے ہوں، دنیا کے ہر قسم کے گرد وغبار اور آلودگیوں سے پاک ہوتے ہیں اور ان کا چھلکا شفاف اور صاف ستھرا ہوتا ہے، جنتی عورتیں ایسی ہی ان چھُوۓ ہوں گی، جنتی شوہر کو ملنے سے پہلے کسی نے ان کو چھوا تو کیا دیکھا بھی نہ ہوگا۔آج کل بعض سر بند مصنوعات (Product) کو پن پیک (Pinpaik) کہتے ہیں، یہ ’’بَیْضٌ مَکْنُونٌ‘‘، اسی پیرائے میں سمجھ لیں۔

حسنِ ظاہر پر تو اگر جائے گا | یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا

دارِ فانی کی سجاوٹ پہ نہ جا | نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں جا کے چین کی بنسی بجا | ’’اِنَّهٗ قَدْ فَازَ فَوْزًا مَنْ نَجَا‘‘

Idara Ghufran

مقالات ومضامین　　(بسلسلہ دفاعِ پاکستان قسط:۳)　　مفتی محمد امجد حسین

اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے

ڈاکٹر بدرالدین احمد کا بابائے قوم سے انٹرویو

میرا ایمان ہے کہ قرآن وسنت کے زندہ جاوید قانون پر ریاست پاکستان دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہوگی، مجھے اقبال سے پورا اتفاق ہے کہ دنیا کے تمام مسائل کا حل اسلام سے بہتر نہیں ملتا، ان شاء اللہ پاکستان کے نظامِ حکومت کی بنیاد لا الٰہ الا اللہ ہوگی، اور یہ ایک فلاحی ومثالی ریاست ہوگی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر پاکستان بن گیا، تو چند دن بھی زندہ نہیں رہ سکے گا، لیکن مجھے پختہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمیشہ قائم دائم رکھے گا۔

مسٹر بدر! میں مطمئن ہوں کہ قرآن وسنت کے زندہ جاوید قانون پر مبنی ریاست (پاکستان) دنیا کی بہترین اور مثالی ریاست ہوگی، یہ اسلامی ریاست اسی طرح سوشلزم (Socialism) کمیونزم (Communism) مارکزم (Markzm) کیپٹل ازم (Capital-ism) کا قبرستان بن جائے گی، جس طرح کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ اس وقت کے تمام نظامہائے فرسودہ کا گورستان بنا۔

مسٹر بدر! خوب یاد رکھو، دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی حکومت کے قیام میں ہے، اسی قیام کی خاطر میں لندن کی پرسکون زندگی رد کر کے عظیم مفکر علامہ اقبال کے اصرار پر واپس آ گیا، ان شاء اللہ پاکستان کے نظامِ حکومت کی بنیاد لا الٰہ ہی ہوگی، اور اس پر ایک ایسی فلاحی اور مثالی سٹیٹ (Ideal state) قائم ہوگی کہ دنیا اس کی تقلید پر مجبور ہو جائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ پاکستان قائم ہو کر رہے گا، اور پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی، بلکہ اسے ایک صحیح فلاحی مملکت بنایا جائے گا (ڈاکٹر سید بدرالدین احمد کو انٹرویو، نئی دہلی میں قائداعظم کی رہائش گاہ پر، مورخہ 26 نومبر 1946ء)

نوابزادہ لیاقت علی خان کی دستور ساز اسمبلی میں تقریر

صدرِ محترم! میں ذیل میں قراردادِ مقاصد (Objective Resolution) پیش کرتا ہوں، یہ قراردادِ مقاصد ان اصولوں پر مبنی ہے جن پر پاکستان کا دستور اساسی مبنی ہوگا۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقررہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابت عطا فرمائی ہے اور چوں کہ یہ اختیار حکمرانی ایک مقدس امانت ہے، لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد خودمختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے۔...... جناب والا! میں اس موقع کو ملک کی زندگی میں بہت اہم سمجھتا ہوں۔ باعتبار اہمیت صرف حصولِ آزادی ہی اس سے بلند تر ہے کیوں کہ حصولِ آزادی سے ہمیں اس بات کا موقع ملا کہ ہم ایک مملکت کی تعمیر اور اس کے نظامِ سیاست کی تشکیل اپنے نصب العین کے مطابق کرسکیں۔

میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے ملت قائداعظم نے اس مسئلہ کے متعلق اپنے جذبات کا متعدد موقعوں پر اظہار کیا تھا اور قوم نے ان کے خیالات کی تائید غیر مبہم الفاظ میں کی تھی۔ پاکستان اس لئے قائم کیا گیا کہ اس برصغیر کے مسلمان اپنی زندگی کی تعمیر اسلامی تعلیمات وروایات کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ دنیا پر عملاً واضح کردینا چاہتے تھے کہ آج حیاتِ انسانی کو جو طرح طرح کی بیماریاں لگ گئی ہین ان سب کے لئے اسلام اکسیرِ اعظم کا حکم رکھتا ہے(نوابزادہ لیاقت علی خان کی تقریر مارچ 1949ء)

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کی دستور ساز اسمبلی میں تقریر

اسلامی سلطنت کا بلند ترین منتہائے خیال یہ ہے کہ سلطنت کی بناء جغرافیائی، نسلی، قومی، حرفتی اور طبقاتی قیود سے بالاتر ہوکر انسانیت اور ان اعلیٰ اصولوں پر ہو، جن کی تشدید وترویج کے لئے وہ قائم کی جاتی ہے۔

اسلامی حکومت پہلی حکومت ہے، جس نے اس منتہائے خیال کو پورا کرنے کے لئے اپنی خلافتِ راشدہ کی بنیاد انسانیت پر رکھی، یہ حکومت اپنے کاموں میں رائے عامہ، مساواتِ حقوق، آزادیٔ ضمیر اور سادگی کا امکانی حد تک خیال رکھتی ہے، اس موقع پر یہ بات بھی فراموش نہ کیجئے کہ آج دنیا میں معاشی اختلال اور اقتصادی عدمِ توازن کی وجہ سے ملحدانہ اشتراکیت (کمیونزم) کا سیلاب ہر طرف سے بڑھتا چلا آرہا ہے، اس کا صحیح اور اصولی مقابلہ اگر دنیا میں کوئی کرسکتا ہے، تو وہ صرف اسلام کا اقتصادی نظام ہے، اگر ہم پاکستان یا عالمِ اسلام کو اس بھیانک خطرہ سے بچانا چاہتے ہیں، تو اس کی واحد صورت یہ ہی ہے کہ پاکستان میں صحیح اسلامی نظام کا اعلان وآغاز کریں، اور تمام اسلامی ممالک کو اسلام کے نام پر اسی کی دعوت

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دیں، اگر اس طرح تمام اسلامی ممالک آئینی طور پر متحد ہوگئے، تو قدرتی طور پر وہ وحدتِ اسلامی قائم ہوجائے گی، جس کی ہم سب مدت سے آرزو رکھتے ہیں، اور جو اشتراکیت اور سرمایہ پرستی دونوں کی روک تھام کے لئے مضبوط آہنی دیوار کا کام دے گی۔

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوسکتا ہے کہ ابھی تک ہمارا کاروبار جس ڈگر پر چل رہا ہے، اسلامی نظام اور اسلامی آئین کا اعلان کرکے ہم اسے ایک دم کیسے بدل سکتے ہیں، یہ تو ہمارے اجتماعی حالات میں ایسا انقلابِ عظیم ہوگی کہ ہماری قومی زندگی کی کایا پلٹ کرکر رکھ دے گا، جس کے لئے ہمیں جدید کانسٹی ٹیوشن (Constitution) چلانے کے لئے کثیر تعداد میں مناسب رجالِ کار تیار کرنے پڑیں گے، اور بہت طویل عرصہ درکار ہوگا، میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا یہ خیال ایک حد تک صحیح ہے، لیکن اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والے بھی اسے بخوبی محسوس کرتے ہیں، اسلامی آئین ونظام کے اعلان سے غرض یہ ہے کہ مملکت کا اصلی نصب العین اور اس کی انتہائی منزلِ مقصود واضح اور مستحضر ہوجائے، تاکہ اس کی روشنی میں ہمارا جو قدم اٹھے، وہ ہم کو آخری منزل سے قریب تر کرنے والا ہو، یہ کام ظاہر ہے کہ بتدریج ہوگا، اور بتدریج ہی ہوسکتا ہے، جو کام فی الحال کیے جاسکتے ہیں، وہ فوراً کرنے ہوں گے، اور جن کاموں کے لئے سرِ دست حالات سازگار نہیں، وہ فوراً نفاذ پذیر نہ ہوں گے، بلکہ حکیمانہ اسلوب پر حالات کو سازگار بنانے کی ہر امکانی کوشش عمل میں لائی جائے گی، بہرحال انسان اسی چیز کا مکلّف ہے، جس کی وہ استطاعت رکھتا ہے (دستور ساز اسمبلی میں قراردادِ مقاصد کی تائید میں مولانا کی تقریر، 9مارچ 1949ء)

(بانیانِ پاکستان کے مذکورہ اقتباسات کے لئے ملاحظہ ہو: ''تصور پاکستان بانیانِ پاکستان کی نظر میں'')

اسلام کی بنیاد پر یہ ملک بنا ہے　　اسلام ہی اس ملک کا سامانِ بقا ہے

بنیاد پر نہ رہے گا تو فنا ہے۔

(جاری ہے............)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بسلسلہ: تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ شوال: ساتویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□......ماہِ شوال ۶۰۱ھ: میں حضرت ابوعلی ضیاء بن احمد بن حسن بن خریف سقلاطونی نجار رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۴۱۹)

□......ماہِ شوال ۶۰۳ھ: میں حضرت ابوبکر عبدالقادر بن ابی صالح جیلی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۴۲۸)

□......ماہِ شوال ۶۰۴ھ: میں حضرت ابوذر مصعب بن محمد بن مسعود بن عبداللہ خشنی اندلسی جیانی نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۴۷۸)

□......ماہِ شوال ۶۰۵ھ: میں حضرت ابوہریرہ واثلہ بن اسقع ہمذانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۴۸۴)

□......ماہِ شوال ۶۰۸ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عبدالرحمٰن مجدالدین مغربی دمشقی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۱ ص ۴۹۹)

□......ماہِ شوال ۶۱۱ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالعزیز بن ابی نصر محمود بن مبارک بن محمود حنابذی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۳۲، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۹۰)

□......ماہِ شوال ۶۱۳ھ: میں حضرت عزالدین ابوالفتح محمد بن حافظ تقی الدین عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرور جماعیلی مقدسی دمشقی صالحی حنبلی کی وفات ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۴۳، طبقات الحفاظ، ج ۱ ص ۴۹۶)

□......ماہِ شوال ۶۱۶ھ: میں حضرت ابومحمد عبدالعزیز بن ابی الرضا احمد بن مسعود بغدادی بصاص رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۹۴)

□......ماہِ شوال ۶۱۷ھ: میں حضرت ابوالحسن مؤید بن محمد بن علی بن حسن بن محمد بن ابی صالح طوسی نیشاپوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۱۰۶)

□......ماہِ شوال ۶۲۰ھ: میں مستنصر باللہ ابویعقوب یوسف بن محمد بن یعقوب مؤمنی کی وفات

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۳۴۰)

□......ماہِ شوال ۶۲۲ھ: میں حضرت ابوحفص عمر بن بدر بن سعید کردی موصلی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۲۸۷)

□......ماہِ شوال ۶۲۳ھ: میں حضرت ابوالمحاسن محمد بن ابی الفرج ہبۃ اللہ بن ابوحامد عبدالعزیز بن علی بن محمد بن عمر بن محمد بن حسین قرشی زہری سعدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۲۶۳)

□......ماہِ شوال ۶۲۶ھ: میں حضرت ابونصر مہذب بن علی بن ابی نصر ہبۃ اللہ بن عبداللہ ازجی خیاط مقری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۳۱۴)

□......ماہِ شوال ۶۳۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم بن مسلم بن سلمان اربلی صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۳۹۶)

□......ماہِ شوال ۶۳۳ھ: میں حضرت عمادی الدین ابوصالح نصر بن عبدالرزاق جیلی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۲ ص ۳۹۸)

□......ماہِ شوال ۶۳۴ھ: میں حضرت ابوالحسن مرتضیٰ بن عفیف حارثی مصری حوفی کی وفات ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۱۲)

□......ماہِ شوال ۶۳۷ھ: میں حضرت ابوبکر عبدالحمید بن عبدالرشید بن علی بن بنیمان ہمذانی کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۶۷)

□......ماہِ شوال ۶۳۸ھ: میں حضرت حافظ نجم الدین ابوالعباس احمد بن امام شہاب الدین محمد بن خلف بن راجح بن بلال مقدسی صالحی حنبلی کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۷۶)

□......ماہِ شوال ۶۳۹ھ: میں حضرت ابوطاہر اسماعیل بن ظفر بن احمد منذری مقدسی نابلسی کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۸۲)

□......ماہِ شوال ۶۴۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن شیخ ابوالفتح محمود بن احمد بن علی بن احمد بن عثمان محمودی جویثی عراقی صوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۸۳)

□......ماہِ شوال ۶۵۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سعد بن عبداللہ بن سعد بن مفلح بن نمیر انصاری مقدسی صالحی حنبلی کاتب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(سیر اعلام النبلاء، ج ۲۳ ص ۲۴۹)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

علم کے مینار امام شافعی رحمہ اللہ (قسط۶) مولانا محمد ناصر

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امام شافعی کے اخلاق اور صفات

ذہانت اور وسعتِ علم

امام صاحب رحمہ اللہ عمر بھر علم کے مشغلے کے ساتھ وابستہ رہے، بغداد، مکہ، مدینہ اور مصر میں علم کی نشرواشاعت میں ہی مصروف رہے، آپ نے جزئی اور فروعی مسائل میں کلام کرنے کے بجائے کلی اور اُصولی مباحث میں زیادہ دلچسپی لی، آپ نے فقہاء اور صحابہ کے اختلافات کو اسی اصول کی بنیاد پر جانچا۔

امام صاحب قرآن مجید کی تفسیر، اور اس کے معانی اور لغات کے بڑے عالم تھے، اور اپنے درسوں میں اُن باریکیوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔

آپ کے بعض شاگردوں کا بیان ہے کہ امام صاحب جب تفسیر فرما رہے ہوتے تھے، تو گویا آپ کلامُ اللہ کا مشاہدہ فرما رہے ہوتے تھے۔

آپ علمِ حدیث میں بھی کمال رکھتے تھے، آپ کو موطا امام مالک زبانی یاد تھی، آپ سنت اور حدیث کے قواعد کے بھی عالم تھے، اور حدیث سے استدلال اور حجت پکڑتے تھے، اور آپ کو ناسخ اور منسوخ کی پہچان بھی تھی۔

آپ رائے اور قیاس سے بھی واقف تھے، آپ نے قیاس کے اصول اور قواعد متعین فرمائے تھے، تاکہ صحیح اور غلط قیاس میں امتیاز ہو سکے۔

آپ علمِ دین کے داعی بھی تھے، چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ:

مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ عَظَمَتْ قِيمَتُهُ، وَمَنْ كَتَبَ الْحَدِيثَ قَوِيَتْ حُجَّتُهُ، وَمَنْ نَظَرَ فِي الْفِقْهِ نَبَلَ قَدْرُهُ، وَمَنْ نَظَرَ فِي اللُّغَةِ رَقَّ طَبْعُهُ، وَمَنْ نَظَرَ فِي الْحِسَابِ جَزَلَ رَأْيُهُ، وَمَنْ لَمْ يَصُنْ نَفْسَهُ لَمْ يَنْفَعْهُ عِلْمُهُ (الشافعی، لامام محمد ابوزهرة، صفحه ۳۵، دارالفكر العربی)

Idara Ghufran

’’جوقرآن کاعلم سیکھتاہے،تواس کی قدرومنزلت بلند ہوتی ہے،اور جوحدیث لکھنے میں مشغول ہوتاہے،تواس کی بات میں پختگی ومضبوطی آتی ہے،اور جوفقہ میں دلچسپی لیتاہے،اس کی شان بلند ہوتی ہے، اور جولغت میں مہارت حاصل کرتاہے، اس کی طبیعت نرم ہوتی ہے، اور جوحساب میں دلچسپی لیتاہے،اس کی رائے درست ہوتی ہے،اور جواپنی گناہوں سے حفاظت نہیں کرتا،اُس کاعلم اس کونفع نہیں دیتا‘‘

امام شافعی رحمہ اللہ کاحلقۂ درس کئی علوم کا جامع تھا،ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ:

’’امام صاحب صبح کی نماز پڑھ کراپنے حلقۂ درس میں بیٹھ جاتے تھے،سورج نکلنے تک قرآن کاعلم سیکھنے کے لئے طلبہ آپ کے پاس بیٹھ کراستفادہ کرتے،سورج نکلنے کے بعد یہ حضرات چلے جاتے،اور حدیث کی تفسیراور معانی کاعلم سیکھنے کے لئے طلبہ آجاتے،چاشت کے وقت یہ حضرات چلے جاتے،اور طلبہ مذاکرہ اور تکرار میں مشغول ہوجاتے،اس کے بعدعربی لغت اور شعرگوئی اورنحو(یعنی گرائمر) سیکھنے کے لئے طلبہ آجاتے،اورزوال تک یہ سلسلہ جاری رہتا‘‘

تواضع اور عاجزی

امام شافعی رحمہ اللہ باوجود بلند علمی شان رکھنے کے انتہائی متواضع تھے،آپ فرماتے تھے کہ میں نے کبھی بھی اس وجہ سے کسی سے مناظرہ نہیں کیا کہ دوسرا شکست کھائے،اور میں یہ چاہتاہوں کہ میرے پاس جتنا بھی علم ہے،وہ سب لوگوں کے پاس ہو،اوراس علم کی نسبت میری طرف نہ کی جائے (آداب الشافعی ومناقبہ للرازی، ص۶۸،باب ماذکرمن تواضع الشافعی وخضوعہ للحق وبذلہ النصح للعالم)

روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے قسم کھاکرفرمایاکہ میں نے جس سے بھی مناظرہ کیا،تو خیرخواہی کی وجہ سے ہی کیا۔ [۱]

’’ربیع بن سلیمان مرادی سے روایت ہے کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کوفرماتے ہوئے سنا کہ امام شافعی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی،توایک آدمی نے آپ سے عرض کیا کہ اے ابوعبداللہ! کیاآپ کی اس حدیث پرعمل کرنے کی رائے ہے؟ توامام صاحب نے فرمایاکہ سبحان اللہ! میں رسول اللہ

---

[۱] سمعت محمد بن إدريس الشافعي، وهو يحلف ويقول :ما ناظرت أحدا إلا على النصيحة (آداب الشافعي ومناقبه للرازي، ص ٦٩، باب ما ذكر من تواضع الشافعي وخضوعه للحق وبذله النصح للعالم)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بھی روایت کروں، اور اُس پر عمل کی رائے نہ رکھوں (یہ کیسے ہوسکتا ہے؟) جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کو تسلیم کرلوں، لیکن اس پر عمل کی رائے نہ رکھوں، تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ اس وقت میری عقل جاچکی ہوگی‘‘

’’حرملہ بن یحییٰ کا بیان ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری ہر وہ بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحیح فرمان کے خلاف ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اس لائق ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، اور (ایسی صورت میں) میری تقلید نہ کرنا‘‘ [1]

’’ابوثور سے روایت ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث ہی میرا قول ہے، اگرچہ آپ لوگوں نے میرے سے وہ قول نہ سنا ہو‘‘

’’امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ہم سے فرمایا کہ آپ لوگ حدیث اور اُن کے راویوں کے حالات کو میرے سے زیادہ جانتے ہیں، پس جب کوئی حدیث صحیح (ثابت) ہوجائے، تو مجھے بتادو، چاہے وہ کسی کوفی سے مروی ہو، یا بصری سے یا شامی سے، یہاں تک کہ میں خود اس کی طرف جاؤں گا، جبکہ حدیث صحیح ہو‘‘ [2]

---

[1] أخبرنا أبو الحسن، أنا أبو محمد، أخبرنا الربيع بن سليمان المرادى، قال " :سمعت الشافعى، وذكر حديثا عن النبى صلى الله عليه وسلم، فقال له رجل :تأخذ به يا أبا عبد الله؟ ، فقال :سبحان الله! أروى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا لا آخذ به؟ !متى عرفت لرسول الله صلى الله عليه وسلم حديثا، ولم آخذ به، فأنا أشهدكم أن عقلى قد ذهب "

أخبرنا أبو الحسن، أخبرنا أبو محمد، حدثنا أبى، قال :سمعت حرملة بن يحيى، يقول :قال الشافعى :كل ما قلت، وكان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم خلاف قولى، مما يصح، فحديث النبى صلى الله عليه وسلم أولى، ولا تقلدونى (آداب الشافعى ومناقبه للرازى، ص ٦٩ ، باب ما ذكر من تواضع الشافعى وخضوعه للحق وبذله النصح للعالم)

[2] أبو محمد البستى السجستانى فيما كتب إلى، عن أبى ثور، قال :سمعت الشافعى، يقول :كل حديث عن النبى صلى الله عليه وسلم فهو قولى، وإن لم تسمعوه منى.

أخبرنا أبو الحسن، أخبرنا أبو محمد، حدثنا أبو محمد البستى نزيل مكة فيما كتبه إلى، قال :قال الحسين، قال لنا الشافعى :إن أصبتم الحجة فى الطريق مطروحة، فاحكوها عنى، فإنى قائل بها.

أخبرنا أبو الحسن، أخبرنا أبو محمد، قال :أخبرنى عبد الله بن أحمد بن حنبل فيما كتب إلى، قال :قال أبى: قال لنا الشافعى :أنتم أعلم بالحديث والرجال منى، فإذا كان الحديث صحيحا فأعلمونى، كوفيا كان، أو بصريا، أو شاميا، حتى أذهب إليه، إذا كان صحيحا (آداب الشافعى ومناقبه للرازى، ص ٦٩ ، وص ٧٠، باب ما ذكر من تواضع الشافعى وخضوعه للحق وبذله النصح للعالم)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

”حمیدی کا بیان ہے کہ امام شافعی کبھی مجھ سے اور اپنے بیٹے ابوعثمان سے کوئی مسئلہ پوچھتے، اور فرماتے کہ جو کوئی بھی صحیح جواب دے گا، تو اسے (انعام میں) دینار ملے گا“ [۱]

سخاوت اور حسنِ اخلاق

امام شافعی رحمہ اللہ جس طرح علم میں خوب سخاوت فرمانے والے تھے، اسی طرح مال و دولت میں بھی خوب سخاوت فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے ہم زمانہ لوگ بھی اس کی گواہی دیتے تھے۔

عمرو بن سواد فرماتے ہیں کہ امام شافعی دینار، درہم اور کھانے کے معاملہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے (سیر اعلام النبلاء، ج۱۰،ص۳۷)

ابوثور فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت کم کوئی چیز اپنے پاس روک کر رکھتے تھے۔ [۲]

ربیع بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے نکاح کیا، تو امام شافعی نے میرے سے پوچھا کہ آپ نے کتنا مہر مقرر کیا، میں نے کہا کہ تیس دینار، انہوں نے پوچھا کہ کتنا مہر بیوی کو دیدیا ہے؟ میں نے کہا کہ چھ دینار۔ امام شافعی اپنے گھر گئے، اور میرے پاس ایک تھیلی بھجوائی، جس میں چوبیس دینار تھے۔ [۳]

ربیع بن سلیمان مرادی بیان فرماتے ہیں کہ ابویعقوب بویطی نے مجھے قید خانہ سے خط لکھا، اور مجھے غریب اور کمزور لوگوں کے ساتھ رہنے کی تلقین کی، اور مجھے اپنے ہم مجلس حضرات کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ رہنے کی نصیحت کی، اور فرمایا کہ میں نے امام شافعی سے یہ شعر بار ہا سنا کہ:

”میں خود کو ان طالبانِ علم کے احترام کی وجہ سے بے حیثیت رکھتا ہوں، اور جو شخص اپنے کو نیچا نہیں کرے گا، اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی“ (آداب الشافعی ومناقبہ للرازی، ص۹۵)

---

[۱] الحميدی، يقول " :كان الشافعی ربما ألقی علی وعلی ابنه أبی عثمان المسألة، فيقول :أيكما أصاب فله دينار " (آداب الشافعی ومناقبه للرازی، ص ۷۲، باب ما ذكر من تواضع الشافعی وخضوعه للحق وبذله النصح للعالم)

[۲] عن أبی ثور، قال :كان الشافعی قلما يمسک الشیء من سماحته (آداب الشافعی ومناقبه للرازی، ص ۹۴، باب ما ذكر من تواضع الشافعی وخضوعه للحق وبذله النصح للعالم)

[۳] حدثنا الربيع بن سليمان، قال " :تزوجت، فسألنی الشافعی :كم أصدقتها؟ فقلت :ثلاثين دينارا، فقال :كم أعطيتها؟ قلت :ستة دنانير، فصعد داره، وأرسل إلی بصرة، فيهم أربعة وعشرون دينارا (آداب الشافعی ومناقبه للرازی، ص ۹۳، باب ما ذكر من تواضع الشافعی وخضوعه للحق وبذله النصح للعالم)

Idara Ghufran

تقویٰ اور عبادت

امام شافعی رحمہ اللہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد وزاہد بھی تھے۔

حسین کرابیسی کا بیان ہے کہ میں نے امام شافعی کے ساتھ ایک رات گزاری، آپ تہائی رات تک نماز میں پچاس سے سوتک آیتیں پڑھتے رہے، اور رحمت کے مضمون والی آیت کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے، اور عذاب کے مضمون والی آیت کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے، اور آپ میں اُمید اور خوف دونوں جمع تھیں۔

ربیع بن سلیمان مرادی مصری سے کئی راویوں کا بیان ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ رمضان کے مہینے میں ساٹھ قرآن مکمل فرماتے تھے۔ [۱]

حارث بن سریج کا بیان ہے کہ میں امام شافعی کے ساتھ رشید کے ایک خادم کے پاس گیا، جس کے کمرے میں ریشم کا فرش تھا، جب امام شافعی نے دہلیز پر اپنا قدم رکھا، تو ریشم دیکھ کر واپس لوٹ گئے، اور داخل نہ ہوئے، خادم نے عرض کیا کہ اندر آ جائیں، تو امام صاحب نے فرمایا کہ ریشم کا فرش بچھانا حلال نہیں ہے۔ خادم کھڑا ہوگیا، اور چلتا ہوا دوسرے کمرے میں داخل ہوا، جس کا فرش پتھر کا تھا، امام شافعی کمرے میں داخل ہوگئے، اور خادم کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ یہ حلال ہے، اور وہ حرام تھا، اور یہ اُس سے اچھا ہے، یہ سُن کر خادم مسکرایا، اور خاموش ہوگیا۔

ربیع بن سلیمان سے روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ جب سے میری عمر سولہ سال ہوئی، میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اس لئے کہ پیٹ کا بھرا ہونا بدن کو بھاری کرتا ہے، اور دل کو سخت کرتا ہے، اور ہوشیاری کو زائل کرتا ہے، اور نیند لاتا ہے، اور پیٹ بھرا ہونا عبادت میں کمزوری لاتا ہے (آداب الشافعی ومناقبہ للرازی، ص۶۷ وص۶۸، باب ماذکر من تواضع الشافعی وخضوعہ للحق وبذلہ النصح للعالم)

(جاری ہے......)

---

[۱] قال زكريا الساجي: حدثنا محمد بن إسماعيل، حدثني حسين الكرابيسي :بت مع الشافعي ليلة، فكان يصلي نحو ثلث الليل، فما رأيته يزيد على خمسين آية، فإذا أكثر فمائة آية، وكان لا يمر بآية رحمة إلا سأل الله، ولا بآية عذاب إلا تعوذ، وكأنما جمع له الرجاء والرهبة جميعا. قال الربيع بن سليمان من طريقين عنه، بل أكثر: كان الشافعي يختم القرآن في شهر رمضان ستين ختمة (سير اعلام النبلاء، ج۱۰، ص۳۵ وص۳۶)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تذکرۂ اولیاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (قسط۶) مولانا محمد ناصر

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت ابوبکر کی مدینہ کی طرف ہجرت

مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو مشرکین اپنی بھرپور کوشش کے باوجود دینِ حق سے نہ پھیر سکے، یہاں تک کہ مشرکین نے مسلمانوں کو شعبِ ابی طالب میں بھی تین سال تک محصور کیے رکھا، اس دوران مسلمانوں کا مکمل مقاطعہ اور بائیکاٹ کیا، مسلمانوں کا کھانا پینا، میل ملاقات سب ختم تھی، غرضیکہ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی، جو مسلمانوں نے اُٹھائی نہ ہو، مگر اس کا نتیجہ بھی کچھ نہ نکلا، بلکہ مشرکین کی ان کوششوں کا الٹا اثر یہ ہوا کہ مسلمان اور زیادہ پختہ ہونے لگے، اور اسلام کی روشنی مکہ کے ساتھ ساتھ مدینہ میں بھی پہنچنے لگی۔ مدینہ سے مختلف قبیلوں کے لوگ جو ہر سال حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس پہنچ کر انہیں قرآن مجید کی آیتیں سناتے، اور اللہ کے دین کی طرف بلاتے، اکثر موقعوں پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے، مدینہ کے لوگ یہودیوں کے ساتھ رہنے سہنے کی وجہ سے اتنا تو جانتے تھے کہ آسمانی دین ہی اصل دین ہے، اور ایک نبی نے ابھی آنا ہے، جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دینِ حق کی طرف دعوت سُنی، تو انہیں اسلام قبول کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی، بلکہ انہوں نے جلدی اس لئے بھی کی کہ کہیں مدینہ کے یہودی ان سے سبقت نہ لے جائیں، یہ حاجی مسلمان ہوتے تھے، اور کیونکہ ان کی خواہش پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبلغین مدینہ بھیجے ہوئے تھے، اس لئے اسلام اپنے وطن یعنی مکہ میں اتنا نہ پھیلا، جتنا مدینہ میں اس کی روشنی پھیلنے لگی۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی وہ مبارک سرزمین دکھا دی گئی، جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو ہجرت کرنی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدینہ ہجرت کا واقعہ کئی احادیث میں تفصیل سے بیان کیا ہے، چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ”جب سے میں نے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین (اسلام) سے مزین پایا اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام دونوں وقت ہمارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں، جب مسلمانوں کو ستایا جانے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے حبش کی طرف نکلے حتیٰ کہ جب (مقام) برک غماد تک پہنچے تو ابن

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دغنہ سے جو(قبیلہ) قارہ کا سردار تھا ملاقات ہوگئی اس نے پوچھا اے ابوبکر کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ سیاحی کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں، ابن دغنہ نے کہا کہ اے ابوبکر تم جیسا آدمی نہ نکل سکتا ہے نہ نکالا جاسکتا ہے، تم فقیر کی مدد کرتے ہو، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہو، بے کسوں کی کفالت کرتے ہو، مہمان کی ضیافت کرتے ہو، اور حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب میں مدد کرتے ہو، میں تمہارا حامی ہوں چلو لوٹ چلو اور اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت کرو۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ابن دغنہ کے ساتھ واپس آئے پھر ابن دغنہ نے شام کے وقت تمام اشرافِ قریش میں چکر لگایا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فقیر کی مدد کرتا ہے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا ہے بے کسوں کی کفالت کرتا ہے، مہمانوں کی ضیافت کرتا ہے اور حق کی (راہ میں پیش آنے والے مصائب) میں مدد کرتا ہے پس قریش نے ابن دغنہ کی امان سے انکار نہ کیا، اور ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں گھر میں نماز پڑھیں اور جو جی چاہے پڑھیں اور ہمیں اس سے تکلیف نہ دیں اور زور سے نہ پڑھیں، کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے (اس نئے دین میں) پھنس جائیں گے، ابن دغنہ نے حضرت ابوبکر سے یہ بات کہہ دی، کچھ عرصہ تک حضرت ابوبکر اسی طرح اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرتے رہے نہ زور سے نماز پڑھتے تھے اور نہ گھر کے سوا پڑھتے تھے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں آیا اور انہوں نے ایک مسجد اپنے گھر کے سامنے بنالی اور (اب) وہ اس مسجد میں نماز اور قرآن پڑھتے اور مشرکین کی عورتیں اور بیٹے ان کے پاس جمع ہوجاتے اور ان سے خوش ہوتے اور ان کی طرف دیکھتے تھے، بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (نرم دلی کی وجہ سے) بڑے رونے والے تھے، جب وہ قرآن پڑھا کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر اختیار نہ رہتا اشراف قریش اس بات سے گھبرا گئے اور انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا جب وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہاری امان کی وجہ سے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے رب کی عبادت کریں مگر وہ اس حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنا ڈالی اور اس میں زور سے نماز اور قرائت کرتے ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے نہ پھنس جائیں، لہٰذا انہیں روکو، اگر وہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرنے پر اکتفا کریں تو فبہا اور اگر وہ اعلان کئے بغیر نہ مانیں تو ان سے کہہ دو کہ وہ تمہاری ذمہ داری کو واپس کردیں کیونکہ ہمیں تمہاری بات نیچی کرنا بھی گوارا نہیں اور ہم ابوبکر کو اس اعلان پر چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابن دغنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ جس بات پر میں نے آپ سے معاہدہ کیا تھا آپ کو معلوم ہے اب یا تو اس پر قائم رہو یا میری ذمہ داری مجھے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

واپس کردو کیونکہ یہ مجھے گوارا نہیں ہے کہ اہل عرب یہ بات سنیں کہ میں نے جس شخص سے معاہدہ کیا تھا اس کی بابت میری بات نیچی ہوئی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہاری امان تمہیں واپس کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی امان پر راضی ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں مکہ میں تھے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مجھے (خواب) میں تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے کہ وہ کھجور کے درخت ہیں اور وہ دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے پھر جس نے بھی ہجرت کی تو مدینہ کی طرف ہجرت کی اور جو لوگ حبشہ کو گئے تھے ان میں سے اکثر مدینہ لوٹ آئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی تیاری کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم کچھ ٹھہرو، کیونکہ مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ کو ایسی امید ہے پھر حضرت ابوبکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی وجہ سے رک گئے اور دو اونٹنیاں جو ان کے پاس تھیں انہیں چار مہینہ تک کیکر کے پتے کھلاتے رہے، ابن شہاب بواسطہ عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ہم ایک دن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھیک دوپہر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ (دیکھو) وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پر چادر ڈالے ہوئے تشریف لا رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ایسے وقت تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تشریف نہ لاتے تھے حضرت ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، واللہ ضرور کوئی بات ہے جبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت مانگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت مل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنے پاس سے اوروں کو ہٹا دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جائیں یہاں تو صرف آپ کی گھر والی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بھی رفاقت کا شرف عطا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں (رفیق سفر آپ ہوگے) حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان میری ایک اونٹنی آپ لے لیجئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم قیمتاً لیں گے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ہم نے ان دونوں کے لئے جلدی میں جو کچھ تیار ہو سکا تیار کر دیا اور ہم نے ان کے لئے چمڑے کی ایک تھیلی میں تھوڑا سا کھانا رکھ دیا اسماء بنت ابی بکر نے اپنے ازار بند کا ایک ٹکڑا کاٹ کر اس تھیلی کا منہ اس سے باندھ دیا اسی وجہ سے ان کا لقب ذات النطاق (ازار بند

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

والی) ہو گیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر ثور پہاڑ کے ایک غار میں پہنچ گئے اور اس میں تین دن تک چھپے رہے، عبداللہ بن ابوبکر جو نوجوان ہوشیار اور ذکی لڑکے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رات گزارتے اور صبح کے وقت اندھیرے منہ ان کے پاس سے جا کر مکہ میں قریش کے ساتھ اس طرح صبح کرتے جیسے انہوں نے یہیں رات گزاری ہے اور قریش کی ہر وہ بات جس میں ان دونوں حضرات کے متعلق کوئی مکر و تدبیر ہوتی یہ اسے یاد کر کے جب اندھیرا ہو جاتا تو ان دونوں حضرات کو آ کر بتا دیتے تھے، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ ان کے پاس ہی دن کے وقت بکریاں چراتے اور تھوڑی رات گئے وہ ان دونوں کے پاس بکریاں لے جاتے اور یہ دونوں حضرت ان بکریوں کا دودھ پی کر اطمینان سے رات گزارتے حتیٰ کہ عامر بن فہیرہ صبح اندھیرے منہ ان بکریوں کو ہانک لے جاتے اور ان تین راتوں میں ایسا ہی کرتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نے (قبیلہ) بنو دیل کے ایک آدمی کو جو بنی عبد بن عدی میں سے تھا مزدور رکھا وہ بڑا واقف کار رہبر تھا اور آل عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور قریش کے دین پر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر نے اسے امین بنا کر اپنی دونوں سواریاں اس کے حوالہ کر دیں اور تین راتوں کے بعد صبح کو ان دونوں سواریوں کو غار ثور پر لانے کا وعدہ لے لیا (چنانچہ وہ وعدہ کے مطابق آ گیا) اور ان دونوں حضرات کے ساتھ عامر بن فہیرہ اور رہبر ان کو ساحل کے راستہ پر ڈال کر لے چلا'' (بخاری، رقم الحدیث ۳۹۰۵، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ إلی المدینۃ)

سراقہ بن جعشم سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کفار قریش کے قاصد آ پڑے (جو اعلان کر رہے تھے) کہ جو شخص محمد اور ابوبکر کو قتل کر دے یا پکڑ لائے تو اسے ہر ایک کے عوض سو اونٹ ملیں گے اسی حال میں میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان میں سے ایک آدمی آ کر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا، ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اس نے کہا اے سراقہ میں نے ابھی چند لوگوں کو ساحل پر دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھی ہیں، سراقہ کہتے ہیں کہ میں سمجھ تو گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں مگر میں نے (اسے دھوکہ دینے کے لئے تاکہ وہ میرے حاصل کردہ انعام میں شریک نہ ہو سکے) اس سے کہا یہ وہ لوگ نہیں بلکہ تو نے فلاں فلاں آدمی کو دیکھا ہے جو ابھی ہمارے سامنے سے گئے ہیں پھر میں تھوڑی دیر مجلس میں ٹھہر کر کھڑا ہو گیا اور گھر آ کر اپنی باندی کو حکم دیا کہ وہ میرے گھوڑے کو لے جا کر (فلاں) ٹیلہ کے پیچھے میرے لئے پکڑ کر کھڑی رہے اور میں اپنا نیزہ لے کر اس کی نوک سے زمین پر خط کھینچتا ہوا اور اوپر کے حصہ کو جھکائے ہوئے گھر کے پیچھے سے نکل آیا حتیٰ کہ میں اپنے گھوڑے کے پاس آ گیا، بس میں نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا کہ وہاں جلد پہنچ سکوں، جب میں ان حضرات کے قریب ہوا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور میں گر پڑا، فوراً میں نے کھڑے ہو کر اپنے ترکش میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے تیر نکالے پھر میں نے ان تیروں سے یہ فال نکالی کہ آیا میں انہیں نقصان پہنچا سکوں گا یا نہیں تو وہ بات نکلی جو مجھے پسند نہیں تھی۔ پھر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے ان تیروں کی فال کی پرواہ نہ کی اور گھوڑا مجھے ان کے قریب لے گیا حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت (کی آواز) سنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ادھر نہیں دیکھ رہے تھے، اور ابوبکر ادھر ادھر بہت دیکھ رہے تھے کہ میرے گھوڑے کے اگلے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں اس کے اوپر سے گر پڑا، میں نے اپنے گھوڑے کو للکارا جب وہ (بڑی مشکل سے) سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے اگلے پاؤں سے ایک غبار اٹھ کر دھوئیں کی طرح آسمان تک چڑھنے لگا، پھر میں نے تیروں سے فال نکالی تو اس میں میری ناپسندیدہ بات نکلی پھر میں نے ان حضرات کو امان طلب کرتے ہوئے پکارا تو یہ ٹھہر گئے، میں سوار ہو کر ان کے پاس آیا تو ان تک پہنچنے میں مجھے جو رکاوٹیں پیش آئیں ان کے پیش نظر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین غالب ہو جائے گا، تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری یا قتل کے سلسلہ میں سو اونٹ انعام کے مقرر کئے ہیں اور میں نے انہیں وہ تمام خبریں بتا دیں جو لوگوں کا ان کے ساتھ ارادہ تھا اور میں نے ان کے سامنے کھانا اور سامان پیش کیا لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ لیا اور نہ مجھ سے کچھ مانگا صرف یہ کہا کہ ہمارا حال چھپانا، پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے ایک امن کی تحریر لکھ دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر لکھ دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے (بخاری، رقم الحدیث ۳۹۰۶، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ إلی المدینۃ)

حضرت عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات (مدینہ ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں) زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی جو مسلمان تاجروں کے ایک قافلہ میں شام سے آ رہے تھے، تو زبیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کو پہننے کے لئے سفید کپڑے دیئے ادھر مدینہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے نکل آنے کی خبر سن لی تھی تو وہ روزانہ صبح کو مقام حرہ تک (آپ کے استقبال کے لئے) آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہتے یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی کی وجہ سے واپس چلے جاتے، ایک دن وہ لمبے انتظار کے بعد واپس چلے گئے اور جب اپنے گھروں میں پہنچ گئے تو اتفاق سے ایک یہودی اپنی کسی چیز کو دیکھنے کے لئے مدینہ کے کسی ٹیلہ پر چڑھا بس اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو سفید کپڑوں میں دیکھا کہ سراب ان سے چھپ گیا تو وہ یہودی بے اختیار بلند آواز سے پکارا کہ اے گروہِ عرب! یہ ہے تمہارا نصیب و مقصود جس کا تم انتظار کرتے تھے یہ سنتے ہی مسلمان اپنے اپنے ہتھیار لے کر امنڈ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مقام حرہ کے پیچھے استقبال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ساتھ داہنی طرف کا راستہ اختیار کیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاول پیر کے دن بنی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا، پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش بیٹھے رہے، جن انصاریوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، جب وہ آتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ آ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنی چادر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیا اس وقت ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، پھر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں دس دن سے کچھ اوپر مقیم رہے، اور یہیں اس مسجد کی بنیاد ڈالی گئی جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر چلے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے، یہاں تک کہ وہ اونٹنی مدینہ میں (جہاں اب) مسجد نبوی (ہے، اس) کے پاس بیٹھ گئی اور وہاں اس وقت کچھ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور وہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی، جو اسعد بن زرارہ کی تربیت میں تھے اور جن کا نام سہل و سہیل تھا اور اس زمین کے ساتھ کھجوروں کا کھلیان بھی تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان شاء اللہ یہی ہمارا مقام ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اس جگہ مسجد بنانے کے لئے اس کھلیان سمیت اس کی قیمت معلوم کی، تو انہوں نے کہا کہ ہم قیمت نہیں لیں گے، بلکہ یا رسول اللہ ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔ لیکن رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اُن سے وہ زمین خرید لی، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ مسجد کی بنیاد ڈالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام کے ساتھ اس کی تعمیر میں اینٹیں اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ”یہ بوجھ اٹھانا اے ہمارے رب! بڑا نیک اور پاکیزہ کام ہے“۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ ”اے اللہ! ثواب تو صرف آخرت کا ہے انصار اور مہاجرین پر رحم فرما“ پھر رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان شاعر کا شعر پڑھا جس کا نام مجھے نہیں بتایا گیا، ابن شہاب کہتے ہیں کہ احادیث میں ہمیں یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کے سوا اور کوئی شعر بھی پورا پڑھا ہو (بخاری، رقم الحدیث ۳۹۰۶، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابہ إلی المدینۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مدینہ ہجرت کر کے آنا ایسی بڑی سعادت تھی، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو من جانب اللہ عطا ہوئی، اس سعادت پر دوسرے بڑے بڑے صحابۂ کرام بھی رشک کرتے تھے۔

Idara Ghufran

پیارے بچو! مولانا محمد ناصر

مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ

پیارے بچو! ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوئے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوئے، حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ ہوئے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بنائے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی بھی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کی کئی اولاد تھی، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ان کے ایک بیٹے حضرت علی کو لے لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شروع میں ہی اسلام قبول کرلیا، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ میرے بستر پر سو جائیں، اور لوگوں کی جو امانتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں ان کو امانت والوں کو واپس کر کے مدینہ آئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اُن کے نکاح میں رہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت اور پیار سے حضرت علی کا لقب ابوتراب رکھا، ابوتراب کا مطلب ہے، مٹی والے، اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لقب سے بہت خوش ہوتے تھے۔

جنگِ بدر جو کہ اسلام کی پہلی لڑائی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں بھی شریک ہوئے، اور بڑی بہادری سے دشمنوں سے مقابلہ کیا، اور دشمنوں کو شکست ہوئی، اسی طرح جنگِ احد میں بھی حضرت علی نے بڑی بہادری سے دشمنوں کا مقابلہ کیا، جنگِ خندق بھی اسلام کی بڑی بڑی جنگوں میں سے ایک ہے، اس میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ شریک ہوئے، اور خوب بہادری سے لڑے، اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں بھی کافروں کو شکست دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور اسلام کی ترقی میں خرچ ہوئی، اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنایا، خلیفہ بن کر بھی حضرت علی نے مسلمانوں کی خوب خدمت کی، اور آپ کی خدمات کی وجہ سے اسلام دنیا میں دُور دُور تک پھیلا۔

Idara Ghufran

بزمِ خواتین مفتی محمد رضوان

⌘ خواتین کا ایک دوسرے کے ساتھ لیٹنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلٰى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلَا الْمَرْأَةُ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ (مسلم، رقم الحديث ۳۳۸ ”۷۴“)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی، دوسرے آدمی کے ستر (یعنی پردہ والی جگہ) کو نہ دیکھے (جو کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے) اور نہ ایک عورت، دوسری عورت کے ستر (یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصہ) کو دیکھے، اور نہ ایک آدمی، دوسرے آدمی کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے، اور نہ ایک عورت، دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ دو مرد حضرات، یا دو خواتین کو ایک کپڑے (لحاف یا کمبل، چادر وغیرہ) میں اس طرح لیٹنا جائز نہیں کہ ایک دوسرے کے جسم کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہ ہو، یعنی ان کا جسم ننگا ہو۔

البتہ اگر درمیان میں کپڑا حائل ہو، مثلاً لباس پہن رکھا ہو، تو پھر ایک کپڑے (لحاف یا کمبل، چادر وغیرہ) میں لیٹنا گناہ تو نہیں، لیکن بلاضرورت مناسب نہیں۔

اور اگر دونوں الگ الگ کپڑے (لحاف یا کمبل، چادر وغیرہ) میں لیٹیں، تو پھر کوئی حرج نہیں۔

Idara Ghufran

خرچ کرنے میں ترتیب

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : یَدُ الْمُعْطِی الْعُلْیَا، أُمَّکَ وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ، ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۱۰۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینے والا ہاتھ اوپر ہوتا ہے اپنے ماں باپ بہن بھائی اور قریبی رشتہ داروں کو دیا کرو(مسند احمد)

اور حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

یَدُ الْمُعْطِی الْعُلْیَا وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ أُمَّکَ وَأَبَاکَ وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ ثُمَّ أَدْنَاکَ أَدْنَاکَ (سنن نسائی، رقم الحدیث ۲۵۳۱، بَاب أَیَّتُهُمَا الْیَدُ الْعُلْیَا، صحیح ابن حبان، ذکر البیان بأن علی المرء إذا أراد الصدقة بأنه یبدأ بالأدنی فالأدنی منه دون الأبعد فالأبعد عنه)

ترجمہ: دینے والے کا ہاتھ اوپر ہے، اور آپ (خرچ کرنے کی) ابتداء اُن لوگوں سے کریں، جن کی آپ کفالت کریں، اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو (رشتہ دار) آپ کے قریب تر ہوں، پھر جو آپ سے قریب تر ہوں (نسائی)

Idara Ghufran

والدہ، والد، بہن اور بھائی میں درجات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلْیَدُ الْعُلْیَا أَفْضَلُ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، أُمَّکَ وَأَبَاکَ، وَأُخْتَکَ وَأَخَاکَ، وَأَدْنَاکَ فَأَدْنَاکَ

(المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۴۰۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوپر(یعنی خرچ کرنے)والا ہاتھ افضل ہے، نیچے(یعنی لینے والے) ہاتھ سے، اور آپ (خرچ کرنے کی) ابتداء اُن لوگوں سے کریں، جن کی آپ کفالت کریں، اپنی والدہ اور اپنے والد اور اپنی بہن اور اپنے بھائی کے ساتھ، اور پھر جو (رشتہ دار) آپ کے قریب تر ہوں، پھر جو آپ سے قریب تر ہوں (طبرانی)

اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کی تاکید واہمیت رشتوں کے قریب اور دور ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اور اس سلسلہ میں شریعت نے رشتہ داروں کے درجات میں فرق رکھا ہے، چنانچہ والدہ کو صنفِ نازک ہونے اور بعض دوسری وجوہات سے صلہ رحمی میں مقدم اور والد کو مؤخر رکھا ہے، اور اس کے بعد بہن اور پھر بھائیوں کا درجہ ہے۔ اس لئے صلہ رحمی کرنے میں رشتہ داروں کے درجات میں فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔

Idara Ghufran

صلہ رحمی کرنے میں ترتیب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنِّيْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، وَإِنِّيْ مُوْسِرٌ، وَإِنَّ لِيْ أُمًّا وَأَبًا وَأُخْتًا وَأَخًا وَعَمًّا وَعَمَّةً وَخَالًا وَخَالَةً، فَأَيُّهُمْ أَوْلٰى بِصِلَتِيْ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أُمَّكَ، وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، وَأَدْنَاكَ أَدْنَاكَ (شعب الایمان، رقم الحدیث ۷۴۵۸، برالوالدین)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا، اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک گاؤں والا آدمی ہوں، اور میں مال دار ہوں، اور میری ماں، اور باپ اور بہن اور بھائی اور چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ ہیں، تو اُن میں سے میری صلہ رحمی کا زیادہ حق دار کون ہے؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی والدہ اور آپ کا والد اور آپ کی بہن، اور آپ کا بھائی، اور آپ سے قریب تر اور قریب تر (درجہ بدرجہ رشتہ دار) (بیہقی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کے مال میں اس کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے حیثیت دی ہو تو ان رشتہ داروں پر مال خرچ کرنا عظیم ثواب اور صلہ رحمی کا ذریعہ ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

باعثِ برکت اور باعثِ وبال دنیا

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :الدُّنْيَا خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا بُورِكَ لَهُ فِيهَا وَرُبَّ متخوض فيما شاء ت نفسه في مال اللَّهِ وَمَالِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ له النار يوم القيامة (ابن حبان، رقم الحديث ۲۸۹۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا سر سبز وشاداب اور میٹھی ہے، پس جو اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہے، تو اس میں برکت دی جاتی ہے، اور بہت سے ایسے لوگ ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کو اپنے نفس کی چاہت پر استعمال کرتے ہیں، اُس کے لئے قیامت کے دن آگ ہے (ابن حبان)

اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند ابو یعلیٰ میں اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے معجم کبیر طبرانی میں بھی مروی ہے۔

اور مطلب یہ ہے کہ دنیا بظاہر پسندیدہ اور میٹھی معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ اسی وقت تک اچھی اور بھلی ہے، جب تک کہ اس کے حاصل کرنے میں کسی کی حق تلفی اور گناہ نہ ہو، ورنہ اپنی نفسانی خواہشات کی بنیاد پر دنیا حاصل کرنا قیامت کے دن آگ کے عذاب کی شکل اختیار کرلے گا۔ لہٰذا دنیا کو نفس کی لالچ اور ناجائز طریقہ سے حاصل کرنے سے بچنا چاہئے۔

Idara Ghufran

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

عُشر کے نصاب کی تحقیق (تیسری وآخری قسط)

عشر کے نصاب کی تحقیق پر مفتی محمد رضوان صاحب نے ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے، جس کو قسط وار ماہنامہ ''التبلیغ'' میں شائع کیا جارہا ہے......(ادارہ)

امام ابوحنیفہ کا قول اوراس کے دلائل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ چونکہ عشر کے متعلق پانچ وسق یا کسی دوسری مخصوص مقدار کے نصاب کے قائل نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے اب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱)......قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۶۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزیں اوراس میں سے جو کہ ہم نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا ہے (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیت میں زمین کی پیداوار سے جوخرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد، عُشر ہے، اوراس میں پیداوار کی کوئی مقدار بیان نہیں کی گئی۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں عشر واجب ہونا چاہئے۔ [۱]

جبکہ دیگر حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اولاً تو اس آیت میں صراحتاً عشر کا بیان نہیں ہے، اوراسی وجہ سے مفسرین کا اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے اس آیت کو عشر کی احادیث سے منسوخ قرار دیا ہے۔

دوسرے اگراس آیت میں زمین کی پیداوار سے عشر ہی مرادلیا جائے، تو تب بھی یہ آیت مجمل ہوگی، جیسا

---

[۱] لقولہ تعالی (یا أیھا الذین آمنوا أنفقوا من طیبات ما کسبتم ومما أخرجنا لکم من الأرض) ولما روی عن النبی علیہ السلام أنہ قال فیما سقتہ السماء العشر وفیما سقی بغرب أو دالیۃ نصف العشر (تحفۃ الفقھاء ،للسمرقندی، ج ۱ ،ص ۳۲۲،باب العشر والخراج)

ولأبی حنیفۃ قولہ تعالی (أنفقوا من طیبات ما کسبتم ومما أخرجنا لکم من الأرض)وھو بعمومہ یتناول جمیع ما یخرج من الأرض(تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۲۹۲، کتاب الزکاۃ، باب العشر)

Idara Ghufran

کہ زکاۃ وغیرہ کی آیت بھی مجمل ہے، اور اس کی مقدار احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

اور اسی وجہ سے اس آیت میں اس سے پہلے جملہ "مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ" سے بعض حضرات نے مالِ تجارت کی زکاۃ مراد لی ہے، اور اس کا بھی احادیث کے پیشِ نظر نصاب مقرر ہے، لہٰذا اس کے بعد جو "وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ" فرمایا، اس سے عشر مراد لینے کی صورت میں بھی احادیث کے پیشِ نظر پانچ وسق نصاب مقرر کیا جائے گا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

(۲).....قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ (سورۃ الانعام آیت ۱۴۱)

ترجمہ: اور اس (کھیتی) میں جو حق ہے اس کو کاٹنے کے دن ادا کیا کرو (سورہ انعام)

مذکورہ آیت میں کھیتی کا حق ادا کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد، عُشر ہے، اور اس میں پیداوار کی کوئی مقدار بیان نہیں کی گئی۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں عشر واجب ہونا چاہئے۔ [2]

جبکہ دیگر حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ مذکورہ آیت ہر قلیل وکثیر مقدار میں عشر واجب ہونے میں صریح نہیں، اور اس آیت میں پیداوار کے جس حق کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بعض مفسرین کے نزدیک اس سے

---

[1] الأصل فی وجوب العشر قول الله تعالى :(أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض)قال أهل التفسير :المراد من قوله :(من طيبات ما كسبتم) زكاة مال التجارة، والمراد من قوله: (ومما أخرجنا لكم من الأرض) العشر(المحيط البرهانى، ج۲ص۳۲۵،كتاب العشر،الفصل الأول فى بيان ما يجب فيه العشر وما لا يجب)

قال :(الأصل فی وجوب العشر قوله تعالى (أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض)قيل المراد بالمكسوب مال التجارة ففيه بيان زكاة التجارة، والمراد بقوله، ومما أخرجنا لكم من الأرض العشر(المبسوط للسرخسى، ج۳ص۲،كتاب الزكاة،باب عشر الأرضين)

ولا زكاة فی أقل من خمسة أوسق، كذا جاء مبينا عن النبى صلى الله عليه وسلم .وهو فى الكتاب مجمل، قال الله تعالى ":يا أيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض ."وقال تعالى ":وآتوا حقه ."ثم وقع البيان بالعشر ونصف العشر .ثم لما كان المقدار الذى إذا بلغه المال أخذ منه الحق مجملا بينه أيضا فقال :(ليس فيما دون خمسة أوسق من تمر أو حب صدقة)(تفسير القرطبى، ج۷ص۱۰۷،سورة الانعام)

[2] يفترض لقوله تعالى (وآتوا حقه يوم حصاده)فإن عامة المفسرين على أنه العشر أو نصفه وهو مجمل بينه قوله -صلى الله عليه وسلم -ما سقت السماء ففيه العشر وما سقى بغرب أو دالية ففيه نصف العشر(ردالمحتار، ج۲ص۳۲۵، كتاب الزكاة، باب العشر)

Idara Ghufran

مراد عشر کے علاوہ نفلی صدقہ ہے۔ ل

ل جبکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت زکاۃ والی آیت سے منسوخ ہے، کیونکہ مذکورہ آیت مکی ہے، اور زکاۃ کے حکم والی آیت مدنی ہے، اور سُدّی وغیرہ سے یہ منقول ہے کہ یہ آیت عشر اور نصف عشر کے حکم سے منسوخ ہے۔

قوله تعالى :(وآتوا حقه يوم حصاده) اختلف الناس فى تفسير هذا الحق، ما هو، فقال أنس بن مالك وابن عباس وطاوس والحسن وابن زيد وابن الحنفية والضحاك وسعيد بن المسيب :هى الزكاة المفروضة، العشر ونصف العشر .ورواه ابن وهب وابن القاسم عن مالك فى تفسير الآية، وبه قال بعض أصحاب الشافعى .وحكى الزجاج أن هذه الآية قيل فيها إنها نزلت بالمدينة .وقال على بن الحسين وعطاء والحكم وحماد وسعيد بن جبير ومجاهد :هو حق فى المال سوى الزكاة، الله به ندبا .وروى عن ابن عمر ومحمد ابن الحنفية أيضا، ورواه أبو سعيد الخدرى عن النبى صلى الله عليه وسلم .قال مجاهد :إذا حصدت فحضرك المساكين فاطرح لهم من السنبل، وإذا جذذت فألق لهم من الشماريخ، وإذا درسته ودسته وذريته فاطرح لهم منه، وإذا عرفت كيله فأخرج منه زكاته .وقول ثالث هو منسوخ بالزكاة، لأن هذه السورة مكية وآية الزكاة لم تنزل إلا بالمدينة ":خذ من أموالهم صدقة "، "وأقيموا الصلاة وآتوا الزكاة ."روى عن ابن عباس وابن الحنفية والحسن وعطية العوفى والنخعى وسعيد بن جبير .وقال سفيان :سألت السدى عن هذه الآية فقال .نسخها العشر ونصف العشر .فقلت عمن؟ فقال عن العلماء(تفسير القرطبى، ج۷ص ۹۹، ۱۰۰، سورة الانعام)

فأما الجواب عن قوله تعالى :أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض، فهى عامة ولا بد من دعوى الإضمار فيها ، فأما أبو حنيفة يقول :إلا الفضة ونحن نقول إلا ما يقتات ، وليس أحد الإضمارين أولى من الآخر فتعارضا ، على أن قوله ليس فى الخضروات شىء يخصه ، وبهذا الجواب ينفصل عن قوله تعالى : وآتوا حقه يوم حصاده (الأنعام :) ، وينفصل عنه أيضا بجوابين آخرين :أحدهما :أنه محمول على غير الزكاة من صدقة يتطوع بها يوم الحصاد لأمرين :أحدهما :أنه أمر بإيتاء حقه ، ولم يقل حق الله منه ، وليس لشىء مما ذكر حق ، وإنما الحق لله تعالى علينا .والثانى :أنه أمرنا بإخراجه يوم حصاده ، والزكاة لا يجب إخراجها يوم الحصاد إلا بعد الجز والدياس ، فبهذين الأمرين سقط الاستدلال بظاهر الآية ، فهذا أحد الجوابين .والجواب الثانى :أنه محمول على الزكاة إلا أنه علق الزكاة بما كان منه محصودا ، والحصاد غير مستعمل فى الأشجار والقثاء والخيار ، فإن قيل الحصاد هو الاستعمال قال الله تعالى :جعلناهم حصيدا خامدين (الأنبياء :) ، وقال صلى الله عليه وسلم :احصدهم حصيدا حتى تلقنى على الصفا .وإذا كان الحصد هو الاستئصال صار تقدير الآية وآتو حقه يوم استئصاله ، وهذا لا يختص بزرع من غيره ، قيل :عن هذا جوابان :أحدهما :أن حقيقة الحصاد فى الزروع ، وقد يستعمل مجازا فى غيره ، يقال :حصد الزرع وجذ التمر ، وقطف العنب وجد البقل وجنى الفاكهة قال على عليه السلام :هذا جناى وخياره فيه إذ كل جان يده إلى فيه وقال الشاعر :إذا لم يكن فيكن ظل ولا جنا فأبعدكن الله من شجرات والجواب الثانى :أننا وإن سلمنا أن الحصاد هو الاستئصال فلا دلالة فى الآية :لأن الثمار لا تستأصل بل تترك أصولها وتجنى ثمارها ، وإذا لم يكن ظاهر الآية مستعملا تكافأ النزاع فيها وسقط الاحتجاج بها ، فأما قوله :فيما سقت السماء العشر فجوابه كجواب الآية الأولى فنقول قد رواه معاذ تاما فقال :وأما البطيخ والقثاء والخضراوات فعفو عفا الله عنها ، فكان هذا مخصصا لعموم ما تقدم .وأما قياسه على الحنطة والشعير فالمعنى فيه :أنه مقتات فلذلك وجبت فيه الزكاة ، والخضراوات لما كانت غير مقتاتة شابهت الحشيش والحطب فلم تجب فيها الزكاة (الحاوى فى فقه الشافعى، ج۳ص ۲۴۰، كتاب الزكاة، باب صدقة الزرع)

Idara Ghufran

اوراگراس آیت میں عشر ہی مرادلیا جائے، تو یہ آیت بھی مجمل ہوگی، جس میں نہ تو عشر کی مقدار کا بیان مقصود ہے، اور نہ ہی عشر کے نصاب کا بیان مقصود ہے، لہٰذا جس طرح سے عشر کی مقدار کو احادیث میں بیان کیا گیا ہے، اسی طرح عشر کے پانچ وسق، نصاب کو بھی احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ [1]

(۳)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی دلیل دیتے ہوئے بعض حضرات نے وہ احادیث پیش کی ہیں، جن میں بارش سے سیراب ہونے والی کھیتی میں پیداوار کا عشر (یعنی دسواں حصہ) اورڈول وغیرہ سے سیراب کئے جانے والی کھیتی میں پیداوار کا نصف عشر (یعنی بیسواں حصہ) واجب ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

اس طرح کی احادیث میں عشر یا نصف عشر بیان کرتے وقت پیداوار کی کوئی مقدار بیان نہیں کی گئی۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ پیداوار خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اس میں عشر واجب ہوگا۔ [2]

جبکہ دیگر حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ ان احادیث میں عشر واجب ہونے کی مقدار کو بیان کرنا مقصود ہے، عشر کے نصاب کی مقدار کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے، اورعشر کے نصاب کی مقدار کو دیگر احادیث میں بیان کیا گیا ہے، لہٰذا یہ دونوں قسم کی حدیثیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں، اور دونوں الگ الگ حکم کو بیان کرتی ہیں۔ [3]

---

[1] وقد يكون اللفظ مبينا من وجه مجملا من وجه كقوله تعالى (وآتوا حقه يوم حصاده) فإنه مبين فى الحق مجمل فى مقداره(الذخيرة للقرافى، ج ا ص ۱۰۲ ،الباب الثانى عشر فى المجمل والمبين وفيه ستة فصول،الفصل الأول فى معنى ألفاظه)

وقد أجمعت الأمة على وجوب الزكاة فى النبات على الجملة، وإن اختلفت فى التفاصيل .وقد قال تعالى : (وهو الذى أنشأ جنات معروشات وغير معروشات)الآية، لكن قوله تعالى :(وآتوا حقه يوم حصاده)ظاهر فى تعلق الحق، ومجمل فى جنسه ومقداره......وأيضا فإن الرسول -صلى الله عليه وسلم -قد روى عنه أنه استثنى البقول والفواكه فأسقط منها الزكاة (التنبيه على مبادء التوجيه -قسم العبادات للتنوخى المهدوى،المتوفىٰ ۵۳۶ھ ، ج۲ص ۹۱۵،۹۱۶، كتاب الزكاة الثانى، باب فى زكاة الحبوب والثمار)

[2] وقوله -صلى الله عليه وسلم -فيما سقت السماء والغيم العشر وفيما سقى بالسانية نصف العشر رواه مسلم وغيره وقوله -عليه الصلاة والسلام -فيما سقت السماء والعيون أو كان عثريا العشر وفيما سقى بالنضح نصف العشر رواه الجماعة غير مسلم كل ذلك بلا فصل بين القليل والكثير(تبيين الحقائق، ج ا ص ۲۹۲، كتاب الزكاة، باب العشر)

[3] رد السنة الصحيحة الصريحة المحكمة فى تقدير نصاب المعشرات بخمسة أوسق بالمتشابه من قوله" :فيما سقت السماء العشر وما سقى بنضح أو غرب فنصف العشر "قالوا :وهذا يعم القليل والكثير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی معتبر حدیث میں اس کی صراحت آئی ہے کہ پیداوار میں عشر یا نصف عشر اس وقت واجب ہوتا ہے، جبکہ وہ پانچ وسق کی مقدار کو پہنچ جائے، جیسا کہ حدیث نمبر۱۴ کے ذیل میں تفصیلاً گزرا، واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقد عارضه الخاص ودلالة العام قطعية كالخاص وإذا تعارضا قدم الأحوط وهو الوجوب فيقال :يجب العمل بكلا الحديثين و لا يجوز معارضة أحدهما بالآخر وإلغاء أحدهما بالكلية فإن طاعة الرسول فرض فى هذا وفى هذا ولا تعارض بينهما بحمد الله بوجه من الوجوه فإن قوله " :فيما سقت السماء العشر "إنما أريد به التمييز بين ما يجب فيه العشر وما يجب فيه نصفه فذكر النوعين مفرقا بينهما فى مقدار الواجب وأما مقدار النصاب فسكت عنه فى هذا الحديث وبينه نصا فى الحديث الآخر فكيف يجوز العدول عن النص الصحيح الصريح المحكم الذى لا يحتمل غير ما دل عليه البتة إلى المجمل المتشابه الذى غايته أن يتعلق فيه بعموم لم يقصد وبيانه بالخاص المحكم المبين كبيان سائر العمومات بما يخصها من النصوص

وياللہ العجب كيف يخصون عموم القرآن والسنة بالقياس الذى أحسن أحواله أن يكون مختلفا فى الاحتجاج به وهو محل اشتباه واضطراب؟!

إذ ما من قياس إلا وتمكن معارضته بقياس مثله أو دونه أو أقوى منه بخلاف السنة الصحيحة الصريحة فإنها لا يعارضها إلا سنة ناسخة معلومة التأخر والمخالفة ثم يقال :إذا خصصتم عموم قوله " :فيما سقت السماء العشر "بالقصب والحشيش ولا ذكر لهما فى النص فهلا خصصتموه بقوله " :لا زكاة فى حب ولا ثمر حتى يبلغ خمسة أوسق "وإذا كنتم تخصون العموم بالقياس فهلا خصصتم هذا العام بالقياس الجلى الذى هو من أجلى القياس وأصحه على سائر أنواع المال الذى تجب فيه الزكاة فإن الزكاة الخاصة لم يشرعها الله ورسوله فى مال إلا وجعل له نصابا كالمواشى والذهب والفضة ويقال أيضا :فهلا أوجبتم الزكاة فى قليل كل مال وكثيره عملا بقوله تعالى (خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) وبقوله صلى الله عليه وسلم " :ما من صاحب إبل ولا بقر لا يؤدى زكاتها إلا بطح لها يوم القيامة بقاع قرقر "وبقوله" :ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدى زكاتها إلا صفحت له يوم القيامة صفائح من نار "وهلا كان هذا العموم عندكم مقدما على أحاديث النصب الخاصة وهلا قلتم :هناك تعارض مسقط وموجب فقدمنا الموجب احتياطا وهذا فى غاية الوضوح وبالله التوفيق(إعلام الموقعين عن رب العالمين،لابن قيم، ج۳ص ۲۵۱،زيادة السنة على القرآن،رد السنة الصحيحة فى تقدير نصاب المعشرات،نصاب المعشرات)

[1] چنانچہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب إلى أهل اليمن بكتاب ,فيه الفرائض والسنن ,فكتب فيه ما سقت السماء أو كان سحا ,أو بعلا فيه العشر إذا بلغ خمسة أوسق ,وما سقى بالرشاء أو بالدالية ,ففيه نصف العشر إذا بلغ خمسة أوسق "(شرح معانى الآثار، رقم الحديث ۳۰۸۴،باب زكاة ما يخرج من الأرض،صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۶۵۵۹،كتاب التاريخ، باب كتب النبى صلى الله عليه وسلم ، ذكر كتبة المصطفى صلى الله عليه وسلم كتابه إلى أهل اليمن، مستدرك حاكم، رقم الحديث ۱۴۴۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۴)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی دلیل دیتے ہوئے بعض حضرات نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث پیش کی ہے، جس میں یہ آیا ہے کہ عشر قلیل اور کثیر ہر قسم کی پیداوار میں واجب ہے۔

جبکہ دیگر حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف یا شدید ضعیف اور بعض حضرات کے بقول غیر محفوظ وموضوع وغیرہ ہے، جس میں اُن صحیح احادیث کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں، جن میں عشر کے نصاب کو صراحتاً بیان کیا گیا ہے، اور دراصل یہ حدیث عشر یا نصف عشر کو بیان کرنے سے متعلق ہے، جو کہ دوسری صحیح سند سے مروی ہے، اور اس میں قلیل وکثیر کے الفاظ کا اضافہ نا قابلِ اعتبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

[1] وحديث أبان بن أبى عياش، عن أنس أنه -عليه السلام -قال" :فيما سقت السماء العشر فى قليله وكثيره "غير محفوظ، وفيه رجل مجهول، وليس هو عن أنس، رواه أبو مطيع البلخى - وهو مجهول -عن أبى حنيفة، عن أبان، وهو متروك، عن رجل عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم (التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن، ج١٠ ص٥٥٨، كتاب الزكاة، باب العشر فيما يسقى من ماء السماء وبالماء الجارى)

مسألة:ولا عشر فيما دون خمسة أوسق، خلافا للحنفية.

فعن أبى سعيد مرفوعا " :ليس فيما دون خمس ذود صدقة، وليس فى ما دون خمس أواق صدقة، ولا فى ما دون خمسة أوسق صدقة "(خ م).

ولسهيل، عن أبيه، عن أبى هريرة، عن النبى (صلى الله عليه وسلم) مثله.صحيح، رواه أحمد.

فذكروا :أبو مطيع البلخى -أحد المتروكين -عن أبى حنيفة، عن أبان بن أبى عياش -واه -عن رجل، عن رسول الله (صلى الله عليه وسلم) " : فيما سقت السماء العشر، وفى ما سقى بنضح أو غرب نصف العشر، فى قليله وكثيره "(تنقيح التحقيق فى أحاديث التعليق للذهبى، تحت رقم الحديث ٢٩٩)

وقال ابن الجوزى فى "التحقيق : "واحتجت الحنفية بما روى أبو مطيع البلخى عن أبى حنيفة رضى الله عنه عن أبان بن أبى عياش عن رجل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (فيما سقت السماء العشر ، وفيما سقى بنضح ، أو غرب نصف العشر ، فى قليله وكثيره).

قال :وهذا الإسناد لا يساوى شيئا ، أما أبو مطيع فقال ابن معين :ليس بشىء ، وقال أحمد رضى الله عنه : لا ينبغى أن يروى عنه ، وقال أبو داود :تركوا حديثه ، وأما أبان فضعيف جدا ، ضعفه شعبة(نصب الراية فى تخريج احاديث الهداية، ج٢ ص٣٨٥، كتاب الزكاة، باب زكاة الزروع والثمار)

وبه قال أحمد و حدثنا على بن إسحاق أنبأنا ابن المبارك قال أنبأنا معمر قال حدثنى سهيل بن أبى صالح عن أبيه عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه و سلم قال ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة ولا فيما دون خمس أواق صدقة و لا فيما دون خمس ذود صدقة احتجوا بما روى أبو مطيع البلخى عن أبى حنيفة عن أبان بن أبى عياش عن رجل عن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال فيما سقت السماء العشر وفيما سقى بنضح أو غرب نصف العشر فى قليله و كثيره وهذا إسناد لا يساوى شيئا أما أبو مطيع فقال يحيى بن معين ليس بشىء وقال أحمد لا ينبغى أن يروى عنه شىء وقال أبو داود تركوا حديثه أما أبان فكان شعبة يقول لأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

(۵)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی دلیل دیتے ہوئے بعض حضرات نے فرمایا کہ عشر کا سبب زمین کا نامی یعنی زمین سے پیداوار کا ہونا ہے، لہٰذا زمین کی پیداوار کی بنیاد پر عشر واجب ہوگا، خواہ وہ پیداوار زیادہ ہو یا تھوڑی۔ [1]

جبکہ دیگر حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ مذکورہ دلیل سے پیداوار کے نصاب کی نفی لازم نہیں آتی، جیسا کہ (سونے، چاندی، مالِ تجارت وغیرہ) کی عام زکاۃ واجب ہونے کا سبب مال کا نامی ہونا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا احادیث میں نصاب مقرر کردیا گیا ہے، اسی طرح سے زمین کی پیداوار کا نصاب بھی احادیث میں مقرر کردیا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أزني أحب إلي من أن أحدث عنه (التحقيق في احاديث الخلاف لابن الجوزي، تحت رقم الحديث ۹٦۲)

فيما سقت السماء العشر، وفيما سقي بنضح أو غرب نصف العشر في قليله وكثيره ."موضوع بهذه الزيادة: "في قليله وكثيره ."رواه أبو مطيع البلخي عن أبي حنيفة عن أبان بن أبي عياش عن رجل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.قلت :وهذا موضوع، أبو مطيع البلخي واسمه الحكم بن عبد الله صاحب أبي حنيفة قال أبو حاتم :كان كذابا، وقال الجوزجاني :كان من رؤساء المرجئة ممن يضع الحديث، وضعفه سائر الأئمة، وقد اتهمه الذهبي بوضع حديث يأتي عقب هذا، وأبان بن أبي عياش متهم أيضا وقد مضى له أحاديث.والحديث أورده الزيلعي في "نصب الراية "(۳۸۵/۲) وقال :قال ابن الجوزي في "التحقيق ": واحتجت الحنفية بما روى أبو مطيع البلخي عن أبي حنيفة ...قال :وهذا الإسناد لا يساوي شيئا، أما أبو مطيع فقال ابن معين :ليس بشيء ، وقال أحمد لا ينبغي أن يروى عنه، وقال أبو داود :تركوا حديثه، وأما أبان فضعيف جدا، ضعفه شعبة.قلت :بل كذبه شعبة كما في الميزان وقد تقدم.

ومما يدل على كذب هذا الحديث أن البخاري أخرجه في "صحيحه "من حديث ابن عمر دون قوله ": في قليله وكثيره "وكذلك رواه مسلم من حديث جابر والترمذي من حديث أبي هريرة وهو مخرج في " الإرواء "(۷۹۹) فهذه الزيادة باطلة ويزيدها بطلانا ما في "الصحيحين "وغيرهما عنه صلى الله عليه وسلم "ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة "وهو مخرج في "الإرواء "أيضا (۸۰۰) وبهذا الحديث الصحيح أخذ الإمام محمد خلافا لشيخه أبي حنيفة كما صرح به في "كتاب الآثار "(ص ۵۲)

فهذا أيضا من آثار الأحاديث الضعيفة إيجاب ما لم يوجبه الله على عباده وعلى الرغم من هذا فإننا لا نزال نسمع بعضهم يجهر بمثل هذا الإيجاب أخذا بما تقتضيه المصلحة كما زعموا (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۴٦۳)

[1] ولأن السبب هي الأرض النامية مؤنة لها فوجب اعتباره قل أو كثر كالخراج(تبيين الحقائق، ج ۱ ص ۲۹۲، كتاب الزكاة، باب العشر)

[2] وقال أبو حنيفة :العشر واجب في قليله وكثيره من غير اعتبار نصاب استدلالا بقوله تعالى :(وآتوا حقه يوم حصاده) فكان على عمومه في قليله وكثيره وبعموم قوله -صلى الله عليه وسلم ":- فيما سقت السماء العشر ." ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیونکہ عشر ایک مالی حق اور مالی عبادت ہے، جس کے واجب ہونے کے لئے دوسری مالی عبادات (زکاۃ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروايته عن أبان بن أبى عياش عن رجل أن النبى -صلى الله عليه وسلم - قال "ما سقت السماء ففيه العشر، وما سقى بنضح أو غرب فنصف العشر "فى قليله وكثيره، ولأنه حق فى مال ليس من شرط وجوبه الحول فلم يكن من شرط وجوبه النصاب، كخمس الغنائم والركاز، ولأن للزكاة شرطين الحول، والنصاب فلما لم يكن الحول فى الثمار معتبرا لم يكن النصاب فيها معتبرا.

وتحريره قياسا :أن أحد شرطى الزكاة فوجب أن لا يعتبر فى الثمار كالحول ولأنه لو كان فى ابتدائه وقص يعفى عنه لكان فى انتهائه وقص يعفى عنه كالماشية، فلما لم يكن فى أثنائه عفو اقتضى أن لا يكون فى ابتدائه عفو .ودليلنا :رواية أبى سعيد الخدرى أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم - قال " :ليس فيما دون خمسة أوسق من التمر صدقة "فتعلق الخبر بنفى الصدقة فيما دون خمسة أوسق وهو موضع الخلاف ودليله بينها فى خمسة أوسق فما زاد، وهو موضع وفاق، وروى أبو سعيد وجابر أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم - قال " :لا زكاة فى زرع ولا نخل ولا كرم حتى يبلغ خمسة أوسق ."

وروى أبو الزبير عن جابر أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم - قال " :لا زكاة فى شىء من الحرث حتى يبلغ خمسة أوسق فإذا بلغ خمسة أوسق ففيه الزكاة "والوسق ستون صاعا وهذه نصوص لا احتمال فيها، فإن قيل :ما دون الخمسة لا تجب فيه الزكاة، وإنما يجب فيه العشر ألا ترى أنا نأخذه من المكاتب والذمى وإن لم تؤخذ منهما الزكاة، قيل هذا فاسد من وجهين:

أحدهما :أن الشرع قد ورد بتسمية العشر زكاة، وهو قوله فى حديث جابر لا زكاة فى شىء من الحرث إلى قوله :فإذا بلغ خمسة أوسق ففيه الزكاة.

والثانى :أنه نفى عما دون الخمسة، ما أثبته فى الخمسة، فلم يصح تأويلهم ولأنه جنس مال تجب فيه الزكاة فوجب أن يعتبر فيه النصاب كالفضة والذهب، ولأنه حق مال يجب صرفه فى الأصناف الثمانية فوجب أن يعتبر فيه النصاب كالمواشى، ولأن كل حق تعلق بمال مخصوص اعتبر فيه قدر مخصوص كالذهب والفضة وعكسه حقوق الآدميين، ولأن النصاب إنما اعتبر فى المواشى ليبلغ المال حدا يتسع للمواساة وهذا موجود فى الثمار، فأما احتجاجهم فعام وما ذكرناه أخص، وأما الخبر وهو قوله (فيما سقت السماء العشر) فعنه جوابان :ترجيح واستعمال، فأما الترجيح فمن وجهين:

أحدهما :أن قوله "فيما سقت السماء العشر "بيان فى الإخراج مجمل فى المقدار، وقوله " :ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة "بيان فى المقدار مجمل فى الإخراج، فكان بيان المقدار من خبرنا قاضيا على إجمال المقدار من خبرهم، كما أن بيان الإخراج من خبرهم قاض على إجمال الإخراج من خبرنا.

والثانى :إن خبرهم متفق على تخصيص بعضه لأن أبا حنيفة لا يوجب فى الحشيش والقصب والحطب ولا فى أرض الخراج شيئا، وخبرنا خبر متفق على تخصيص بعضه، فكان أولى من خبرهم.

وأما الاستعمال ففى الخمسة الأوسق، لأنه أعم وخبرنا أخص فيستعملان معا وأما قياسهم على خمس الغنيمة والركاز، فالمعنى فى الغنيمة :إنه لما لم يعتبر النصاب فى شىء من جنسها بحال لم يكن معتبرا فيها بكل حال، ولما كان النصاب معتبرا فى بعض أجناس الزكاة كان معتبرا فى جميع أجناسها(الحاوى الكبير فى فقه مذهب الإمام الشافعى وهو شرح مختصر المزنى، ج٣ص٢١٠، ٢١١، كتاب الزكاة، باب زكاة الثمار)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی،فطرانہ وغیرہ) کی طرح غنی ومالدار ہونا شرط ہے،اور وہ نصاب احادیث میں پانچ وَسق بیان کردیا گیا ہے۔ [۱]

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عشر کے نصاب میں پانچ وسق کی مقدار اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ تقریباً اتنی مقدار ایک گھرانہ کے کمتر افراد مثلاً میاں، بیوی، خادم یا بیٹے اور اس کے مثل دیگر افراد کے لئے کافی ہوجاتی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ [۲]

(٦)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی دلیل دیتے ہوئے بعض حضرات نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ واجب نہ ہونے کی احادیث خاص اور منسوخ ہیں۔

---

[۱] والحكمة في اشتراط النصاب واضحة بيِّنة، وهى أن الزكاة إنما هى ضريبة تؤخذ من الغنى مواساة للفقير، ومشاركة فى مصلحة الإسلام والمسلمين، فلا بد أن تؤخذ من مال يحتمل المواساة، ولا معنى لأن نأخذ من الفقير ضريبة، وهو فى حاجة إلى أن يُعان، لا أن يُعين، ومن ثَمَّ قال -صلى الله عليه وسلم " :-لا صدقة إلا عن ظهر غنى "رواه البخارى معلقًا .والإمام أحمد موصولاً كما سيأتى فى الشرط الرابع(فقه الزكاة،ليوسف القرضاوى،ج ا ،ص ا ۳ ا)

الحكم الثانى، أن الزكاة لا تجب فى شىء من الزروع والثمار حتى تبلغ خمسة أوسق .هذا قول أكثر أهل العلم؛ منهم ابن عمر، وجابر، وأبو أمامة بن سهل، وعمر بن عبد العزيز، وجابر بن زيد، والحسن، وعطاء ، ومكحول، والحكم، والنخعى، ومالك، وأهل المدينة، والثورى، والأوزاعى، وابن أبى ليلى، والشافعى، وأبو يوسف، ومحمد، وسائر أهل العلم .لا نعلم أحدا خالفهم، إلا مجاهدا، وأبا حنيفة، ومن تابعه، قالوا : تجب الزكاة فى قليل ذلك وكثيره؛ لعموم قوله -عليه السلام :-فيما سقت السماء العشر .ولأنه لا يعتبر له حول فلا يعتبر له نصاب .ولنا، قول النبى -صلى الله عليه وسلم :-ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة . متفق عليه .وهذا خاص يجب تقديمه، وتخصيص عموم ما رووه به، كما خصصنا قوله :فى سائمة الإبل الزكاة بقوله :ليس فيما دون خمس ذود صدقة .وقوله :فى الرقة ربع العشر بقوله :ليس فيما دون خمس أواق صدقة .ولأنه مال تجب فيه الصدقة، فلم تجب فى يسيره كسائر الأموال الزكائية، وإنما لم يعتبر الحول؛ لأنه يكمل نماؤه باستحصاده لا ببقائه، واعتبر الحول فى غيره؛ لأنه مظنة لكمال النماء فى سائر الأموال، والنصاب اعتبر ليبلغ حدا يحتمل المواساة منه، فلهذا اعتبر فيه، يحققه أن الصدقة إنما تجب على الأغنياء ، بما قد ذكرنا فيما تقدم، ولا يحصل الغنى بدون النصاب، كسائر الأموال الزكائية .اهـ.(المغنى لابن قدامة، ج۳،ص۷، فصل الحكم الثانى لا زكاة فى شىء من الزروع والثمار حتى تبلغ خمسة أوسق)

[۲] أقول :إنما قدر من الحب والتمر خمسة أوسق لأنها تكفى أقل أهل بيت إلى سنة، وذلك لأن أقل البيت الزوج والزوجة وثالث خادم أو ولد بينهما، وما يضاهى ذلک من أقل البيوت، وغالب قوت الإنسان رطل أو مد من الطعام، فإذا أكل كل واحد من هؤلاء ذلک المقدار كفاهم لسنة، وبقيت بقية لنوائبهم أو إدامهم (حجة الله البالغة، ج٢، ص٦٦ ، مقادير الزكاة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوران احادیث کے مقابلہ میں وہ احادیث جن میں نصاب کی مقدار بیان کیے بغیر بعض صورتوں میں عشراور بعض صورتوں میں نصف عشر واجب ہونے کا عام حکم بیان کیا گیا ہے، وہ ان احادیث کے لئے ناسخ (یعنی منسوخ کرنے والی) ہیں۔

مگر دیگر حضرات کا اس سلسلہ میں فرمانا یہ ہے کہ پانچ وسق سے کم میں عشر واجب نہ ہونے والی احادیث خاص ہیں، جن سے یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پانچ وسق سے کم میں عشر واجب نہیں، جبکہ عام احادیث سے یہ بات یقینی طور پر حاصل نہیں ہوتی، بلکہ زیادہ سے زیادہ اجتہاد وظن کے درجے میں حاصل ہوتی ہے، اور یقین کو اس طرح کے اجتہاد وظن پر ترجیح حاصل ہوا کرتی ہے، اوراس کی دلالت عام کی دلالت کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوتی ہے۔

اور یہ حکم اس صورت کو بھی شامل ہے، جبکہ عام اور خاص کی تاریخ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تقدیم وتاخیر متعین نہ ہو۔ [1]

---

[1] الرابع النص الخاص يخصص اللفظ العام فقول النبى صلى الله عليه وسلم لا قطع إلا فى ربع دينار خصص عموم قوله تعالى (والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما) وقوله عليه السلام لا زكاة فيما دون خمسة أوسق خصص عموم قوله فيما سقت السماء العشر ولا فرق بين أن يكون العام كتابا أو سنة أو متقدما أو متأخرا وبهذا قال أصحاب الشافعى (روضة الناظر لابن قدامة حنبلى، ج ۱، ص ۲۴۴، وص ۲۴۵)

جواز تخصيص الكتاب بخبر الواحد:

واختلفوا فى جواز تخصيص الكتاب العزيز بخبر الواحد.

فذهب الجمهور إلى جوازه مطلقا، وذهب بعض الحنابلة إلى المنع مطلقا، وحكاه الغزالى فى "المنخول" عن المعتزلة، ونقله ابن برهان عن طائفة من المتكلمين والفقهاء ، ونقله أبو الحسين بن القطان عن طائفة من أهل العراق .وذهب عيسى بن أبان إلى الجواز إذا كان العام قد خص من قبل بدليل قطعى، متصلًا كان أو منفصلًا كذا حكاه صاحب "المحصول "وابن الحاجب فى مختصر "المنتهى "عنه.

وقد سبق إلى حكاية ذلك عنه إمام الحرمين الجوينى فى "التلخيص"، وحكى غير هؤلاء عنه أنه يجوز تخصيص العام بالخبر الأحادى إذا كان قد دخله التخصيص من غير تقييد لذلك يكون المخصص الأول قطعيا.وذهب الكرخى إلى الجواز إذا كان العام قد خص من قبل بدليل منفصل، سواء كان قطعيًّا أو ظنيًّا، وإن خص بدليل متصل أو لم يخص أصلًا لم يجز وذهب القاضى أبو بكر إلى الوقف.

وحكى عنه أنه قال :يجوز التعبد بوروده، ويجوز أن يرد لكنه لم يقع.

وحكى عنه أيضًا أنه لم يرد، بل ورد المنع، ولكن الذى اختاره لنفسه هو الوقف، كما حكى ذلك عنه الرازى فى "المحصول."واستدل فى "المحصول "على ما ذهب إليه الجمهور :بأن العموم وخبر الواحد دليلان متعارضان، وخبر الواحد أخص من العموم، فوجب تقديمه على العموم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حنفیہ کی کئی کتب میں اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو راجح قرار دیا گیا ہے، لیکن مذکورہ دلائل کے پیشِ نظر ہمارے نزدیک عشر کے نصاب کا پانچ وسق ہونا راجح ہے، پھر چونکہ ایک تو یہ قول جمہور فقہاء وعلماء کے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

واحتج ابن السمعاني على الجواز بإجماع الصحابة، فإنهم خصوا قوله تعالى :(يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلادِكُم)بقوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :إنا معشر الأنبياء لا نورث2 "، وخصوا التوارث بالمسلمين عملًا بقوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لا يرث المسلم الكافر .3 "وخصوا قوله :(اقْتُلُوا الْمُشْرِكِين) 4 بخبر عبد الرحمن بن عوف في المجوس 5وغير ذلك كثير.

وأيضًا يدل على جواز التخصيص، دلالة بينة واضحة ما وقع من أوامر الله عز وجل باتباع نبيه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، من غير تقييد، فإذا جاء عنه الدليل كان اتباعه واجبًا، وإذا عارضه عموم قرآني كان سلوك طريقة الجمع ببناء العام على الخاص متحتمًا، ودلالة العام على أفراده ظنية لا قطعية فلا وجه لمنع تخصيصه بالأخبار الصحيحة الآحادية.

وقد استدل المانعون مطلقًا بما ثبت عن عمر رضي الله عنه في قصة فاطمة بنت قيس حيث لم يجعل لها سكنى ولا نفقة كما في حديثها الصحيح فقال عمر " :كيف نترك كتاب ربنا لقول امرأة "يعني قوله : (أَسْكِنُوهُن)وأجيب عن ذلك :بأنه إنما قال هذه المقالة لتردده في صحة الحديث، لا لرده تخصيص عموم الكتاب بالسنة الآحادية، فإنه لم يقل كيف نخصص عموم كتاب ربنا بخبر آحادي بل قال " :كيف نترك كتاب ربنا لقول امرأة."

ويؤيد ذلك ما في صحيح مسلم وغيره بلفظ" :قال عمر :لا نترك كتاب الله وسنة نبينا قول امرأة لعلها حفظت أو نسيت"

فأفاد هذا أن عمر رضي الله عنه إنما تردد في كونها حفظت أو نسيت، ولو علم بأنها حفظت ذلك وأدته كما سمعته لم يتردد في العمل بما روته.

قال ابن السمعاني :إن محل الخلاف في أخبار الآحاد التي لم تجمع الأمة على العمل بها.

أما ما أجمعوا عليه كقوله " :لا ميراث لقاتل "و"لا وصية لوارث "فيجوز تخصيص العموم به قطعًا، ويصير ذلك كالتخصيص بالمتواتر، لانعقاد الإجماع على حكمها ولا يضر عدم انعقاده على روايتها.

وكما يجوز تخصيص عموم القرآن بخبر الآحاد، كذلك يجوز "تخصيص العموم المتواتر من السنة بأخبار الآحاد، ويجري فيه الخلاف السابق في تخصيص عموم القرآن السابق كما صرح القاضي أبو بكر الباقلاني وإمام الحرمين الجويني وغيرهما(إرشاد الفحول،للشوكاني، ج ا، ص ۳۸۹،المسألة الثانية والعشرون)

وأجاب بعض الحنفية بأن محل ذلك إذا كان البيان وفق المبين لا زائدا عليه ولا ناقصا عنه، أما إذا بقي شيء من أفراد العام مثلا فيمكن التمسك به كحديث أبي سعيد هذا، فإنه دل على النصاب فيما يقبل التوسيق وسكت عما لا يقبله، فيمكن التمسك بعموم قوله :فيما سقت السماء العشر .أي فيما لا يمكن التوسيق فيه عملا بالدليلين كذا قال، ولا يصح له هذا الجواب ;لأنه يقتضي أن ما نقص عن الخمسة مما يوسق لا زكاة فيه مع أنه يقول بزكاته ولو وسقا فأقل(شرح الزرقاني على المؤطا، ج۲ ص ۱۸۸، باب زكاة ما يخرص من ثمار النخيل والأعناب)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

Idara Ghufran

علاوہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دواہم شاگرد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا بھی ہے، اس لئے حنفیہ کے ایک قول کے مطابق اس قول کو اختیار کر لینے کی گنجائش ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فحديث أنس عام يوجب الصدقة فى قليل ما تنبت الأرض من الزرع والثمر وفى كثيره ، وحديث أبى سعيد خاص فى أن الصدقة إنما تجب فيما بلغ خمسة أوسق فصاعدا ، وأما ما قصر عن ذلك فلا صدقة فيه والواجب فى مثل هذا أن يقضى بالخاص على العام لقوته ، فإن الخاص يتناول الحكم بلفظ لا احتمال فيه ، والعام يتناوله بلفظ محتمل ، فوجب أن يقضى بالخاص عليه وأما إذا كان كل واحد من اللفظين عاما من وجه وخاصا من وجه فيمكن أن يخص بكل واحد منها عموم الآخر (الفقيه والمتفقه للخطيب البغدادى، تحت رقم الحديث ٢٨٨)

وقال أبو حنيفة :ليس فى الحبوب والثمار نصاب.

وسبب اختلافهم :معارضة العموم للخصوص.

أما العموم، فقوله عليه الصلاة والسلام :فيما سقت السماء العشر، وفيما سقى بالنضح نصف العشر أما الخصوص، فقوله عليه الصلاة والسلام ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة.

والحديثان ثابتان، فمن رأى أن الخصوص يبنى على العموم قال :لا بد من النصاب وهو المشهور ومن رأى أن العموم، والخصوص متعارضان، إذا جهل المتقدم فيهما والمتأخر، إذ كان قد ينسخ الخصوص بالعموم عنده، وينسخ العموم بالخصوص، إذ كل ما وجب العمل به جاز نسخه، والنسخ قد يكون للبعض وقد يكون للكل، ومن رجح العموم، قال :لا نصاب، ولكن حمل الجمهور عندى الخصوص على العموم، هو من باب ترجيح الخصوص على العموم فى الجزء الذى تعارضا فيه، فإن العموم فيه ظاهر، والخصوص فيه نص، فتأمل هذا فإنه السبب الذى صير الجمهور إلى أن يقولوا بنى العام على الخاص وعلى الحقيقة ليس بنيانا فإن التعارض بينهما موجود إلا أن يكون الخصوص متصلا بالعموم فيكون استثناء .

واحتجاج أبى حنيفة فى النصاب بهذا العموم فيه ضعف فإن الحديث إنما خرج مخرج تبيين القدر الواجب منه(بداية المجتهد، ج ١ ص ٢١٢)

؎ مطلب مهم إذا حكم الحنفى بما ذهب إليه أبو يوسف أو محمد لم يكن حاكما بخلاف مذهبه (قوله : فللحنفى المقلد إلخ) أفاد أن المراد بقوله قضى بجوازه ما يشمل قضاء الحنفى وإنما خصه بالتفريع لئلا يتوهم أن المراد به من مذهب آخر لأن إمام مذهبنا غير قائل به، لكن لما كان قول أصحابه غير خارج عن مذهبه صح حكم مقلده به ولذا قال فى الدرر من كتاب القضاء عند الكلام على قضاء القاضى، بخلاف مذهبه أن المراد به خلاف أصل المذهب كالحنفى إذا حكم على مذهب الشافعى، وأما إذا حكم الحنفى بما ذهب إليه أبو يوسف أو محمد أو نحوهما من أصحاب الإمام فليس حكما بخلاف رأيه .اهـ .فقد أفاد أن أقوال أصحاب الإمام غير خارجة عن مذهبه، فقد نقلوا عنهم أنهم ما قالوا قولا إلا هو مروى عن الإمام كما أوضحت ذلك فى شرح منظومتى فى رسم المفتى (رد المحتار، ج٤،ص٣٦٢، كتاب الوقف،مطلب التحديد فى وقف العقار)

إذا حكم الحنفى بمذهب أبى يوسف أو محمد أو نحوهما من أصحاب الإمام فليس حكما بخلاف رأيه، درر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

دوسرے اس قول کے دلائل بھی انتہائی قوی ہیں۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أى لأن أصحاب الإمام ما قالوا بقول إلا قد قال به الإمام كما أوضحت ذلك فى شرح منظومى فى رسم المفتى (رد المحتار، ج۴،ص۴۰۷،كتاب القضاء)

أقوال أبى يوسف ومحمد وغيرهما مبنية على قواعد أبى حنيفة أو هى أقوال مروية عنه وإنما نسبت إليهم لا إليه لاستنباطهم لها من قواعده أو لاختيارهم إياها كما أوضحت ذلك فى صدر حاشيتى على الدر المختار بما لا مزيد عليه فارجع إليه.ويؤيد ما مر عن الشلبى من حكم القضاة الماضين بذلك وكذا ما فى الدرر من كتاب القضاء عند قوله القضاء فى مجتهد فيه بخلاف رأيه ناسيا مذهبه ، نافذ عند أبى حنيفة ولو عامدا ففيه روايتان حيث قال ما نصه والمراد بخلاف الرأى خلاف أصل المذهب كالحنفى إذا حكم على مذهب الشافعى أو نحوه أو بالعكس .

وأما إذا حكم الحنفى بما ذهب إليه أبو يوسف أو محمد أو نحوهما من أصحاب الإمام فليس حكما بخلاف رأيه ا هـ فتأمل ثم رأيت فى فتاوى العلامة أمين الدين بن عبد العال ما نصه ومتى أخذ المفتى بقول واحد من أصحاب أبى حنيفة يعلم قطعا أن القول الذى أخذ به هو قول أبى حنيفة فإنه روى عن جميع أصحاب أبى حنيفة من الكبار كأبى يوسف ومحمد وزفر والحسن أنهم قالوا ما قلنا فى مسألة قولا إلا وهى رواية عن أبى حنيفة وأقسموا عليه أيماناغلاظا فإن كان الأمر كذلك والحالة هذه لم يتحقق بحمد الله تعالى فى الفقه جواب ولا مذهب إلا له كيفما كان وما نسب إلى غيره إلا مجازا وهو كقول القائل قولى قوله ومذهبى مذهبه .ا هـ(تنقيح الفتاوى الحامدية، ج۲، ص۲۰۸، كتاب الوقف،الباب الأول)

۱؎ وذكر ابن المنذر أن علماء الأمصار زعموا أن الزكاة ليست واجبة فيما دون خمسة أوسق، إلا أبا حنيفة وحده قال :تجب فى كل ما أخرجته الأرض من قليل أو كثير إلا الحطب والقضب والحشيش والشجر الذى ليس له ثمر.

والحديث دال على عدم وجوب الزكاة فيما كان دون هذا المقدار، ووجوبها فى هذا المقدار فما فوقه.

والمراد بالصدقة :الزكاة .وقد سمى الله تعالى الزكاة صدقة فقال :(خذ من أموالهم صدقة) (التوبة: 103)

وقام الإجماع على أن ما دون خمس ذود من الإبل لا صدقة فيه كما ستعلمه فى بابه (التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن، ج۱۰ ص۲۵۶، باب ما ادى زكاته فليس بكنز)

وهذا الذى قاله البخارى عليه أئمة الفتوى بالأمصار .وإن الخمسة الأوسق هو بيان المقدار المأخوذ فيه كما أسلفناه فى الباب قبله .وشذ أبو حنيفة، وزفر فى ذلك.

قال ابن بطال :وقيل :إنهما خالفا الإجماع فأوجبا فى قليل ما تخرج الأرض وكثيره، وخالفه صاحباه فى ذلك، قال ابن القصار :والحجة عليه أن ما طريقه المواساة فى الصدقة يقتضى أوله حدا ونصابا، كالذهب، والماشية، والنصاب إنما وضع فى المال لمبلغ الجزء الذى يحمل المواساة بغير إجحاف برب المال، ولا يعذر عليه(التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن، ج۱۰ ص۵۶۱،۵۶۲،باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة)

وفى هذا الحديث فائدتان إحداهما وجوب الزكاة فى هذه المحدودات الثانية أنه لا زكاة فيما دون ذلك ولا خلاف بين المسلمين فى هاتين إلا ما قال أبو حنيفة وبعض السلف إنه تجب الزكاة فى قليل الحب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جیسا کہ گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكثيره وهذا مذهب باطل منابذ لصريح الأحاديث الصحيحة(شرح النووى على مسلم، ج۷ص ۴۹، كتاب الزكاة)

قال المؤلف :هذا الذى رواه البخارى عليه أئمة الفتوى بالأمصار، وأن الخمسة الأوسق هو بيان المقدار المأخوذ منه العشر، أو نصف العشر، وشذ أبو حنيفة وزفر فى ذلك، وقيل :أنهما خالفا الإجماع، فأوجبا العشر أو نصف العشر فى قليل ما تخرجه الأرض وكثيره، وخالفه صاحباه فى ذلك .وقال ابن القصار : الحجة عليه أن ما طريقه المواساة فى الصدقات يقتضى أوله حدا ونصابا كالذهب والفضة والماشية، والنصاب إنما وضع فى المال لمبلغ الحد الذى يحمل المواساة من غير إجحاف لرب المال، ولا تعذر عليه(شرح صحيح البخارى لابنِ بطال، ج۳ص ۵۳۱،باب ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة)

وحديث ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة مخصص لعموم حديث جابر المتقدم فى أول الباب ولحديث ابن عمر المذكور بعده لأنهما يشملان الخمسة الأوسق وما دونها، وحديث أبى سعيد هذا خاص بقدر الخمسة الأوسق فلا تجب الزكاة فيما دونها

وإلى هذا ذهب الجمهور وذهب ابن عباس وزيد بن على والنخعى وأبو حنيفة إلى العمل بالعام، فقالوا :تجب الزكاة فى القليل والكثير ولا يعتبر النصاب وأجابوا عن حديث الأوساق بأنه لا ينتهض لتخصيص حديث العموم لأنه مشهور وله حكم المعلوم، وهذا إنما يتم على مذهب الحنفية القائلين بأن دلالة العموم قطعية، وأن العمومات القطعية لا تخصص بالظنيات، ولكن ذلك لا يجزى فيما نحن بصدده، فإن العام والخاص ظنيان كلاهما، والخاص أرجح دلالة وإسنادا فيقدم على العام تقدم أو تأخر أو قارن على ما هو الحق من أنه يبنى العام على الخاص مطلقا وهكذا يجب البناء إذا جهل التاريخ، وقد قيل :إن ذلك إجماع، والظاهر أن مقام النزاع من هذا القبيل وقد حكى ابن المنذر الإجماع على أن الزكاة لا تجب فيما دون خمسة أوسق مما أخرجت الأرض، إلا أن أبا حنيفة قال :تجب فى جميع ما يقصد بزراعته نماء الأرض إلا الحطب والقضب والحشيش والشجر الذى ليس له ثمر انتهى(نيل الاوطار للشوكانى، ج۴ص۱۶۸، ۱۶۹، باب زكاة الزرع والثمار)

وإذا كنا رجحنا قول أبى حنيفة فى إيجاب الزكاة فى كل ما أخرجت الأرض، فإننا نخالفه فى عدم اعتبار النصاب، وإيجاب العُشر فى القليل والكثير من الزرع والثمر، فإن هذا مخالف للحديث الصحيح الذى نفى وجوب الزكاة عما دون خمسة أوسق، ومخالف لنظرية الشريعة -بصفة عامة -فى إيجاب الزكاة على الأغنياء وحدهم، والنصاب هو الحد الأدنى للغنى، ولهذا اعتبر النصاب فى سائر الأموال الزكوية.

ولا يجوز معارضة حديث " :ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة "بحديث" :فيما سقت السماء العُشر" بدعوى أن هذا عام، وقد عارضه ذلك الخاص، ودلالة العام قطعية كالخاص، وإذا تعارضا قُدِّم الأحوط، وهو الوجوب.

نعم ..لا يقال ذلك، بل يقال ما قاله ابن القيم فى هذا الموضع:

يجب العمل بكلا الحديثين، ولا يجوز معارضة أحدهما بالآخر، ولا إلغاء أحدهما بالكلية، فإن طاعة الرسول -صلى الله عليه وسلم -فرض فى هذا وفى هذا، ولا تعارض بينهما -بحمد الله تعالى -بوجه من الوجوه، فإن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوردلائل کے قوی ہونے کی صورت میں بطورِخاص صاحبین کے قول پرفتوے وعمل کی صراحت حنفیہ کی کتب میں بھی موجود ہے۔ ۱

ملحوظ رہے کہ متعدد صحابہ وتابعین وغیرہ سے وسق کی مقدار ساٹھ (60) صاع منقول ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قوله" :فيما سقت السماء العُشر "إنما أريد به التمييز بين ما يجب فيه العُشر، وما يجب فيه نصفه، فذكر النوعين مفرقًا بينهما فى مقدار الواجب، وأما مقدار النصاب فسكت عنه فى هذا الحديث، وبينه نصًا فى الحديث الآخر، فكيف يجوز العدول عن النص الصحيح الصريح المحكم، الذى لا يحتمل غير ما أول عليه البتة، إلى المجمل المتشابه الذى غايته أن يتعلق فيه بعموم لم يقصدوا بيانه بالخاص المحكم المبين كبيان سائر العمومات بما يخصصها من النصوص"؟ .(إعلام الموقعين3/229:، 230).

وقال ابن قدامة :لنا قول النبى -صلى الله عليه وسلم" :-ليس فيما دون خمسة أوسق صدقة "(متفق عليه)، وهذا خاص يجب تقديمه وتخصيص عموم ما رووه به، كما خصصنا قوله" :فى كل سائمة من الإبل الزكاة" بقوله" :ليس فيما دون خمس ذود صدقة"، وقوله" :فى الرقة ربع العُشر "بقوله":ليس فيما دون خمس أواق صدقة "ولأنه مال تجب فيه الصدقة، فلم تجب فى يسيره، كسائر الأموال الزكوية.

"وإنما لم يعتبر الحَوْل، لأنه يكمل نماؤه باستحصاده لا ببقائه، واعتبر الحَوْل فى غيره، لأنه مظنة لكمال النماء فى سائر الأموال، والنصاب اعتبر ليبلغ حدًا يحتمل المواساة منه، فلهذا اعتبر فيه.

"يحققه :أن الصدقة إنما تجب على الأغنياء ، ولا يحصل الغنى بدن النصاب كسائر الأموال الزكوية " .(المغنى2/695 :،.(696(فقه الزكاة ليوسف القرضاوى، ج ا، ص۳۱۸ الیٰ ص ۳۲۰، المبحث الثالث، النصاب فى زكاة الزروع والثمار)

۱ مطلب صح عن الإمام أنه قال :إذا صح الحديث فهو مذهبى.قلت :قد يجاب بأن الإمام لما أمر أصحابه بأن يأخذوا من أقواله بما يتجه لهم منها عليه الدليل صار ما قالوه قولا له لابتنائه على قواعده التى أسسها لهم، فلم يكن مرجوعا عنه من كل وجه، فيكون من مذهبه أيضا، ونظير هذا ما نقله العلامة بيرى فى أول شرحه على الأشباه عن شرح الهداية لابن الشحنة، ونصه :إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث، ويكون ذلك مذهبه ولا يخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به، فقد صح عنه أنه قال :إذا صح الحديث فهو مذهبى .وقد حكى ذلك ابن عبد البر عن أبى حنيفة وغيره من الأئمة .اهـ .ونقله أيضا الإمام الشعرانى عن الأئمة الأربعة .ولا يخفى أن ذلك لمن كان أهلا للنظر فى النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها، فإذا نظر أهل المذهب فى الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذهب لكونه صادرا بإذن صاحب المذهب، إذ لا شك أنه لو علم ضعف دليله رجع عنه واتبع الدليل الأقوى؛ ولذا رد المحقق ابن الهمام على بعض المشايخ حيث أفتوا بقول الإمامين بأنه لا يعدل عن قول الإمام إلا لضعف دليله (ردالمحتار، مقدمة، ج۱ص۶۷)

۲ عَنْ أَبِى الْبَخْتَرِىِّ ، عَنْ أَبِى سَعِيدٍ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۰۵، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۰۷، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِى قِلاَبَةَ (ح) وَعَنْ أَبِى الزُّبَيْرِ ، عَنْ جَابِرٍ ، قَالاَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۱۱، باب فى الوسق ، كم هو؟) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورفقہائے کرام کے نزدیک بھی پانچ وسق کی مقدار ساٹھ صاع ہی معتبر ہے۔ ۱

اورموجودہ اوزان کے لحاظ سے بہت سے اہلِ علم حضرات نے پانچ وسق کی مقدار تقریباً پچیس من (یا ایک ہزار کلو) بیان کی ہے (ملاحظہ ہو: حاشیہ درسِ ترمذی، ج۲ص۴۳۸، باب ماجاء فی صدقۃ الزرع والثمر والحبوب)

تاہم پھر بھی اگر کوئی احتیاطاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کر کے تھوڑی اور زیادہ ہر پیداوار کا عشر ادا کرے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اسی کے ساتھ پانچ وسق کا قول صحیح احادیث سے ثابت ہونے اور مالی عبادت کے وجوب میں غنا کے تحقق کے قاعدہ کی وجہ سے زیادہ راجح ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عَنِ الْحَسَنِ (ح) وَمُغِيرَةُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالاَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۰۶، باب فى الوسق ، كم هو؟)

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ مُغِيرَةِ ، عَنِ الْحَسَنِ (ح) وَمُغِيرَةُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۰۹، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ خَالِدٍ ، عَنْ أَبِى قِلاَبَةَ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۰۸، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ أَشْعَثَ ، عَنِ الْحَسَنِ ، وَمُحَمَّدٍ قَالاَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۱۰، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۱۲، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ هِشَامٍ ، عَنِ الْحَسَنِ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۱۳، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنِ الأَوْزَاعِيِّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۱۴، باب فى الوسق ، كم هو؟)

عَنْ عَطَاءٍ ، وَعَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، قَالَ :الْوَسْقُ سِتُّونَ صَاعًا(مصنف ابنِ شيبة، رقم الحديث ۱۰۱۱۵، باب فى الوسق ، كم هو؟)

۱ جاء ت الأحاديث الصحيحة بتقدير النصاب فى الحبوب والثمار بخمسة أوسق، وأجمع العلماء أن الوسق ستون صاعًا، فالأوسق الخمسة ثلاثمائة صاع، وقد روى فى ذلك حديث مرفوع" :الوسق ستون صاعًا "، ولكن الحديث ضعيف .(رواه ابن ماجة عن جابر وإسناده ضعيف، ورواه أبو داود والنسائى وابن ماجة من طريق أبى البخترى عن أبى سعيد مرفوعًا، وهو منقطع، لأن أبا البخترى لم يسمع من أبى سعيد كما قال البخارى، بل لم يدركه كما قال أبو حاتم، ورواه الدارقطنى عن عائشة، وهو ضعيف أيضًا، وقد بين الحافظ ضعفه من كل طرقه فى التلخيص ص - 180طبع الهند)، والاعتماد فى هذا التقدير على الإجماع الذى نقله ابن المنذر وغيره .(انظر المجموع 5/447 :)(فقه الزكاة ليوسف القرضاوى، ج۱، ص ۳۲۱، نصاب الحبوب والثمار)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیا آپ جانتے ہیں؟

مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

کیا بنو ہاشم اور سید کو زکاۃ دینا جائز ہے؟ (چھٹی وآخری قسط)

(۲۵)......مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی رائے

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب (صدر: مدرسہ دار العلوم سبیل السلام، حیدر آباد دکن، ہندوستان) نے بھی اس موضوع پر قدرے مفصل کلام کیا ہے، اور موجودہ دور میں جواز کے پہلوؤں کی طرف اپنا رجحان ومیلان ظاہر کیا ہے، چنانچہ وہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

(۱) ’’سادات و بنو ہاشم کے لئے مطلقاً زکاۃ حرام ہے، اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے اور اس سلسلہ میں وارد ہونے والی احادیث کا ظاہر اور ان کا اطلاق اس کی تائید میں ہے۔

(۲) بعض حضرات بنو ہاشم کے لئے مطلقاً زکاۃ کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کی طرف سے بعض وہ روایات پیش کی جاتی ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم پر صدقہ کرنے کا ذکر فرمایا ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ نے ایسی روایات نقل کی ہیں اور جواب دیا ہے کہ اس سے صدقاتِ نافلہ مراد ہیں، ہمارے زمانہ کے محققین میں ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے ایک نیا نکتہ اٹھایا ہے کہ حدیث میں جہاں کہیں حرمتِ زکاۃ کا ذکر ہے، وہاں ’’آل‘‘ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ’’ذریت‘‘ کا نہیں، قرآن مجید کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ’’آل‘‘ کا لفظ کسی شخص کی اس اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے، جو معاصر (یعنی اس زمانہ میں موجود) ہو، جبکہ ’’ذریت‘‘ کا لفظ اس کی موجودہ اور آئندہ نسل کے لئے بولا جاتا ہے، اس لئے آپ کی ’’آل‘‘ سے وہ لوگ مراد ہیں، جو آپ کے عہد میں تھے، قیامت تک آنے والے بنو ہاشم نہیں۔

مگر یہ استدلال دو وجوہ سے محلِ نظر ہے، اول تو فقہاء ومحدثین نے از سلف تا خلف ’’آل‘‘ اور ’’ذریت‘‘ کے درمیان اس فرق کا ذکر نہیں کیا ہے اور ’’آل‘‘ سے خود ائمہ اربعہ نے (صحیح تر

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

روایت کے مطابق) قیامت تک آنے والے بنو ہاشم مراد لئے ہیں، نہ ہی عربی لغت کے لحاظ سے ان دونوں الفاظ کے درمیان ایسا کوئی فرق اہلِ سنت نے کیا ہے، دوسرے حدیث میں صرف ''آل'' ہی کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ ''بنی ہاشم'' کی تعبیر کے ساتھ بھی زکاۃ کی ممانعت کا ذکر ہے اور ''بنی فلاں'' کے کلمہ کا موجودہ اور آئندہ خاندانوں پر اطلاق عربی زبان میں عام اور معروف ہے۔ [1]

(۳) بعض فقہاء نے بنو ہاشم کے لئے خود بنو ہاشم کی زکاۃ کو جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ امام ابو یوسف اور ایک قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذکور ہوا، ان کی دلیلیں یہ ہیں:

(الف) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے لوگوں کے صدقات ہمارے لئے حرام کردیئے ہیں، تو کیا ہم میں سے ایک دوسرے کو اپنی زکاۃ دے سکتا ہے۔ ''هَلْ نَحْنُ لَنَا صَدَقَاتُ بَعْضِنَا لِبَعْضٍ؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں (معرفۃ علوم الحدیث لابی حاکم نیساپوری، الفرع السابع والثلاثون)

(ب) ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے کچھ سامان خرید کیا اور اس کو نفع کے ساتھ فروخت کیا اور اس کو بنو عبدالمطلب کے محتاج لوگوں پر صدقہ کردیا، ''**فتصدق بها علی أرامل بني عبدالمطلب**'' (طحاوی ۲۹۷/۱)

(ج) ابنِ عباس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضرت عباس نے ان کو اونٹ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے عطا فرمایا ''**اعطا ها من الصدقة**'' (ابوداؤد، ۲۳۳/۱، باب الصدقۃ علیٰ بنی ہاشم)

ان میں سے پہلی روایت متکلم فیہ ہے (اعلاء السنن: ۸۰/۹)

دوسری روایت کے مطابق سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صدقاتِ واجبہ میں سے نہیں

---

[1] ہم نے جہاں تک علامہ یوسف قرضاوی کے کلام سے سمجھا ہے، اس کی رُو سے علامہ یوسف قرضاوی کا مقصود یہ ہے کہ آل کی دلالت قطعی طور پر تا قیامت آنے والی نسل پر نہیں، اگرچہ علماء کی اکثریت اس کی قائل رہی ہے، اور انہوں نے اس کی شہادت میں قرآنی آیات بھی پیش کی ہیں، لہٰذا ایک حیثیت سے یہ دلالت قطعی کے بجائے ظنی یا اجتہادی ہوئی، اور اس میں لچک پیدا ہوگئی، جہاں تک بنو ہاشم کے الفاظ کا تعلق ہے، تو اس کا ذکر بعض ایسی روایات میں ہے، جن کی سند پر کلام ہے، لہٰذا یہ ثبوت بھی قطعی کے بجائے ظنی اور مجتہد فیہ ہے، علامہ یوسف قرضاوی کی مکمل عبارت ہم نے ترجمہ کے ساتھ اس سے پہلے نمبر میں ذکر کردی ہے۔ محمد رضوان۔

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تھا، چنانچہ خود امام طحاوی نے بھی اس کو صدقاتِ نافلہ ہی پر محمول کیا ہے۔

تیسری روایت کا منشاء یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیتُ المال کے اونٹ میں سے دیا، ظاہر ہے کہ بیتُ المال میں مختلف مدات کے مویشی ہوا کرتے تھے، مگر چوں کہ اکثر جانور زکاۃ کے ہوتے تھے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ تغلیباً ''**اعطاها من الصدقة**'' سے تعبیر کر دیا ہو۔

تاہم ان روایات سے اس قدر ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات نے یہ رائے قائم کی ہے، ان کے لئے فی الجملہ استدلالی بنیاد موجود ہے اور یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے۔ [1]

(۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ اصولی طور پر تو سادات کے لئے زکاۃ جائز نہیں، لیکن ایسے حالات میں کہ بیتُ المال کو مالِ غنیمت وغیرہ سے حاصل ہونے والی آمدنی سے ایک خمس (پانچویں حصہ) کا مد باقی نہیں رہا، ان کے لئے زکاۃ لینی جائز ہے، جیسا کہ مذکور ہوا، ائمہ اربعہ کے متبعین میں مختلف اجلۂ فقہاء کی یہی رائے ہے اور خود امام ابوحنیفہ کا ایک قول اس طرح کا موجود ہے، ان کے پیشِ نظر یہ بات ہے کہ سادات کے لئے زکاۃ کی حرمت کی حکمت یا علت ''خمس'' میں ان کا استحقاق ہے، آپ نے فرمایا:

''**لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنَ الصَّدَقَاتِ شَيْءٌ اِنَّمَا هِيَ غُسَالَةُ الْاَيْدِيْ وَاِنَّ لَكُمْ فِيْ خُمُسِ الْخُمُسِ لِمَا يُغْنِيْكُمْ**'' (طبرانی عن ابنِ عباس ، الدراية على الهداية: ۲/۲۰۲، وعوضكم منها بخمس الخمس ، کا لفظ جو معروف ہے، وہ صحیح طور پر ثابت نہیں ''فتح القدیر: ۲/۲۱۲'')

ترجمہ: تم اہلِ بیت کے لئے صدقات حلال نہیں کہ یہ ہاتھوں کا دھوون ہے اور تمہارے لئے مالِ غنیمت کا خمس (حصہ بیت المال) کا خمس (ذوی القربیٰ کا حصہ) ہے، جو تم کو اس سے بے نیاز کر دے گا۔

لہٰذا اب کہ یہ مخصوص مد باقی نہیں رہی، سادات کو اس سے بھی محروم رکھنا قرین انصاف نہ ہوگا۔

قولِ ضعیف پر فتویٰ: ہر چند کہ اس دلیل پر کافی کلام کی گنجائش ہے اور بنیادی اہمیت اس امر کی ہے کہ ''خمس'' کا ''عوض'' ہونے کی حیثیت محض حکمت ومصلحت کی ہے، جس کو فقہاء

---

[1] اور علامہ یوسف قرضاوی کا بھی مختلف احتمالات قائم کر کے اس مسئلہ کو مجتہد فیہ ہی ثابت کرنا ہے، جیسا کہ ان کی عبارت کے ذیل میں گزرا، واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

احکام کا مدار نہیں بناتے، یا ’’علت‘‘ کی ہے جس پر حکم کا مدار ہوا کرتا ہے؟ [1]

تاہم فی زمانہ سادات کے لئے زکاۃ کا دروازہ کھول کر ہی مقصدِ شریعت کہ (سادات کو ذلت سے بچایا جائے) کی تکمیل کی جاسکتی ہے، کیوں کہ اب سادات کی اعانت کا جذبہ مفقود ہے، اب ان کو زکاۃ سے محروم کرکے ایک طرف زکاۃ کی ذلت سے بچایا جارہا ہے، لیکن دوسری طرف اس سے بڑی ذلت پر وہ مجبور ہیں کہ دوسروں کے سامنے سوال کا ہاتھ دراز کریں اور دینی مدارس میں تعلیم کا دروازہ ان کے لئے بند کردیا جائے اور ہمیشہ علم سے محروم اور پست رہنے پر مجبور کردیا جائے۔

پس اب سادات کے لئے زکاۃ کی اجازت ایک ضرورت بن گئی ہے اور ضرورت کی بناء پر قولِ ضعیف پر بھی فتویٰ دیا جاسکتا ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

فَقَدْ ذَكَرَ فِيْ حَيْضِ الْبَحْرِ فِيْ بَحْثِ أَلْوَانِ الدِّمَاءِ أَقْوَالًا ضَعِيفَةً، ثُمَّ قَالَ: وَفِي الْمِعْرَاجِ عَنْ فَخْرِ الْأَئِمَّةِ: لَوْ أَفْتٰى مُفْتٍ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَقْوَالِ فِيْ مَوَاضِعِ الضَّرُوْرَةِ طَلَبًا لِلتَّيْسِيْرِ كَانَ حَسَنًا، اهـ، وَكَذَا قَوْلُ أَبِيْ يُوْسُفَ فِي الْمَنِيِّ إِذَا خَرَجَ بَعْدَ فُتُوْرِ الشَّهْوَةِ لَا يَجِبُ بِهِ الْغُسْلُ ضَعِيفٌ، وَأَجَازُوْا الْعَمَلَ بِهِ لِلْمُسَافِرِ أَوْ الضَّيْفِ الَّذِيْ خَافَ الرِّيْبَةَ كَمَا سَيَأْتِيْ فِيْ مَحَلِّهِ وَذٰلِكَ مِنْ مَوَاضِعِ الضَّرُوْرَةِ (ردالمحتار: ۱/۱۷۶)

ترجمہ: بحر میں احکامِ حیض میں دمِ حیض کے رنگ کی بابت مختلف ضعیف رائیں ذکر کی گئی ہیں۔ فخر الائمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر مواقعِ ضرورت میں طلبِ سہولت کے لئے کوئی مفتی ان اقوال میں سے کسی قول پر فتویٰ دے دے تو بہتر ہوگا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فتورِ شہوت کے بعد خروجِ منی کی صورت میں کہا ہے کہ غسل واجب نہیں ہوگا، یہ قول ضعیف ہے، لیکن

---

[1] اس سلسلہ میں حکمت وعلت کے مسئلہ پر پہلے بھی کلام ہوچکا ہے، اور اہلِ علم حضرات کی ایسی عبارات بھی گزرچکی ہیں کہ جو خمس کے زکاۃ کا عوض ہونے کو علت قرار دیتے ہیں، خود امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی غیر ظاہر الروایۃ کے متعلق بھی متعدد اہلِ علم حضرات نے اسی علت کو مؤثر مانا ہے، اگرچہ بعض حضرات اوساخ الناس کو بھی علت سمجھتے ہیں، لیکن اگر اوساخ الناس کو علت قرار دیا جائے، اور اس علت کو عام قرار دیا جائے، خواہ وہ وسخ کسی بنوہاشم کا مال ہو، جیسا کہ یہ حضرات فرماتے ہیں، تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ غیر بنوہاشم کے لئے بھی زکاۃ جائز نہ ہو، اس لئے ہمیں یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اوساخ الناس نجاست کے درجہ کی چیز نہیں، بلکہ میل کچیل کے درجہ کی چیز ہے، جس کو حکمت قرار دیا جانا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسافر یا مہمان جو تہمت کا خوف رکھتا ہو اگر اس پر عمل کرے، جیسا کہ اپنے موقع پر یہ بحث آئے گی تو اس کا ایسا کرنا درست ہوگا کہ یہ ضرورت کے مواقع میں سے ہے۔

خلاصۂ بحث: پس حاصل یہ ہے کہ:

اول: دوسری مدات سے سادات کی مدد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی قربت کا خیال کر کے ان کے حق میں فراخدلی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

دوسرے: اگر سادات کو بالواسطہ زکاۃ کی رقم پہنچائی جاسکتی ہو تو یہ راستہ اختیار کرنا چاہئے، مثلاً شوہر و بیوی میں سے ایک سید ہو، دوسرا نہ ہو، تو جو سید نہ ہو، اس کو زکاۃ دی جائے۔ ماں سادات میں سے ہو، اولاد نہ ہو تو اولاد کو، اور اولاد سید ہو، ماں سید نہ ہو تو ماں کو زکاۃ سے مدد دی جائے۔

تیسرے: اگر کسی دوسری مد سے اعانت کی گنجائش نہ ہو اور بالواسطہ زکاۃ سے مدد پہنچانی ممکن نہ ہو اور وہ ضرورت مند ہوں، تو موجودہ حالات میں سادات کو زکاۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، امام طحاوی، علامہ ابہری مالکی، اصطخری شافعی، امام رازی، علامہ ابنِ تیمیہ اور ایک قول کے مطابق امام مالک اور اکابر علمائے ہند میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی رائے ہے (جدید فقہی مسائل، جلد دوم، صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۴، مطبوعہ: زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخِ اشاعت: جون 2005ء)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب بھی ضرورت و مجبوری کے وقت بنو ہاشم کے لئے زکاۃ کے جواز کی گنجائش کے قائل ہیں۔

(۲۶)......فتاویٰ دارُالعلوم زکریا کی عبارت

فتاویٰ دارُالعلوم زکریا میں ہے کہ:

امام ابوحنیفہ کی یہ روایتِ جواز اگرچہ غیر ظاہرُ الروایۃ ہے، لیکن اس کے ثبوت کی نفی کسی نے نہیں کی، نیز ضرورت کے وقت غیر ظاہرُ الراویۃ پر فتویٰ دینا بھی ائمہ حضرات کے یہاں رائج ہے، ملاحظہ ہو، علامہ شامی فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ: وَقِيْلَ يُفْتٰى بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ إِنْ أَخَّرَهٗ شَهْرًا بِلَا عُذْرٍ بَطَلَتْ.

وَفِیْ جَامِعِ الْخَانِیِّ: اَلْفَتْوٰی الْیَوْمَ عَلٰی قَوْلِ مُحَمَّدٍ لِتَغَیُّرِ أَحْوَالِ النَّاسِ فِیْ قَصْدِ الْإِضْرَارِ اھ، وَبِہٖ ظَھَرَ أَنَّ إِفْتَاءَ ھُمْ بِخِلَافِ ظَاھِرِ الرِّوَایَةِ لِتَغَیُّرِ الزَّمَانِ فَلَا یُرَجَّحُ ظَاھِرُ الرِّوَایَةِ عَلَیْہِ وَإِنْ کَانَ مُصَحَّحًا أَیْضًا کَمَا مَرَّ فِی الْغَصَبِ فِیْ مَسْأَلَةِ صِبْغِ الثَّوْبِ بِالسَّوَادِ وَلَہٗ نَظَائِرٌ کَثِیْرَةٌ، بَلْ قَدْ أَفْتَوْا بِمَا یُخَالِفُ رِوَایَةَ أَئِمَّتِنَا الثَّلَاثَةِ کَالْمَسَائِلِ الْمُفْتٰی فِیْھَا بِقَوْلِ زُفَرَ وَکَمَسْأَلَةِ الْاِسْتِئْجَارِ عَلَی التَّعْلِیْمِ وَنَحْوِہٖ فَافْھَمْ (الدر مع الشامی: ۲۲۶/۶، باب طلب الشفعة، سعید)

مفتی مختار اللہ صاحب، مفتی دار العلوم حقانیہ، جو بندہ سے تلمذ کی نسبت بھی رکھتے ہیں، انہوں نے اس مسئلہ پر ایک مفصل مقالہ تحریر فرمایا ہے، ہم قارئین سے استدعا کرتے ہیں کہ اس رسالہ سے بھی استفادہ کریں۔ [۱]

اشکال اور جواب:

اشکال: جو حضرات جواز کے قائل ہیں، ان پر یہ اشکال عائد ہوتا ہے کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے:

اِنَّ ھٰذِہِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا ھِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ، وَاِنَّھَا لَاتَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ (رواہ مسلم: ۳۴۵/۱)

''یعنی صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل کے لئے حلال نہیں ہیں''

اس کی مخالفت لازم آتی ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب: اس حدیث کی تاویل ان کے نزدیک یہ ہوسکتی ہے کہ حل کامل نہیں، یعنی مناسب نہیں، بہت سے مواقع میں ''لاتحل'' کا مطلب علماء نے نامناسب لکھا ہے، مثلاً سنن ابی داؤد، ترمذی وغیرہ میں یہ حدیث مذکور ہے:

''لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ وَلَا لِذِیْ مِرَّةٍ سَوِیٍّ''

علماء نے اس حدیث میں لفظ ''لاتحل'' کی تاویل فرمائی ہے، یعنی یہ مطلب نہیں کہ حلال نہیں،

---

[۱] ہم نے مفتی مختار اللہ صاحب کا یہ مضمون ملاحظہ کیا ہے، اور اس کے چند ضروری اقتباسات اس رسالہ میں شامل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بلکہ اس کے معنیٰ ہے، مناسب نہیں یا کامل حلال نہیں۔ [1]

ملاحظہ ہوابوداؤد کے حاشیہ میں ہے:

لا تَحِلُّ حِلًّا كَامِلًا (حاشية ابو داؤد شريف، ۱: ۲۳۱)

مرقاۃ میں ہے:

فِيهِ نَفْيُ كَمَالِ الْحِلِّ لَا نَفْسِ الْحِلِّ (مرقاة، ۱۶۹/۴)

شرح معانی الآ ثار میں ہے:

وَذَهَبُوا فِيْ تَأْوِيْلِ هٰذِهِ الْآثَارِ الْمُتَقَدِّمَةِ إِلٰى أَنَّ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ أَيْ أَنَّهَا لَا تَحِلُّ لَهٗ، كَمَا تَحِلُّ لِلْفَقِيْرِ الزَّمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْدِرُ عَلٰى غَيْرِهَا، فَيَأْخُذُهَا عَلَى الضَّرُوْرَةِ ...... مِنْ ذٰلِكَ، مَا رُوِيَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ بِالطَّوَّافِ وَلَا بِالَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ (شرح معانی الآثار: ۱/ ۳۳۵)

اس طرح حدیث میں ہے:

اَلضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، لَايَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّثْوِيَ عِنْدَهٗ حَتّٰى يُحْرِجَهٗ.

یعنی مہمان کے لئے میزبان کے ہاں تین دن سے زائد ٹھہرنا حلال نہیں، اس کا مطلب بھی حرام ہونا نہیں، بلکہ نا مناسب اور مکروہ ہے۔

نیز جو لوگ اپنے آپ کو بنو ہاشم کہتے ہیں، وہ کروڑوں کی تعداد میں ہیں، اور ان میں بے شمار حاجت مند فقراء ہیں، اور لوگوں کی عادت یہ ہے کہ نفلی صدقات بہت کم دیتے ہیں، لہٰذا اس ضرورت کی بناء پر علماء نے زکاۃ کی رقم بنو ہاشم کو دینا جائز قرار دیا ہے، ورنہ سوال کی ذلتی اس سے زیادہ سخت اور اہانت کا باعث ہے (فتاویٰ دار العلوم زکریا، جلد سوم، صفحہ ۲۲۵ تا ۲۲۷، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ: زمزم پبلشرز، کراچی، تاریخ اشاعت: نومبر 2009ء)

---

[1] بلکہ ایک حدیث میں الفاظ ''لاتنبغی'' کے ہیں، اور علامہ یوسف قرضاوی صاحب نے بھی اس احتمال کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ گزرا۔
ثم قال إن الصدقة لا تنبغي لآل محمد .إنما هي أوساخ الناس (مسلم، رقم الحديث ۱۰۷۲ "۱۶۷")

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فائدہ: اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت بنو ہاشم کو زکاۃ دینے کی گنجائش ہے۔

(۲۷)......مفتی مختارُ اللہ حقانی صاحب کی رائے

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب (مفتی ومدرس: جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) نے ''سادات اور بنو ہاشم کو زکاۃ دینے کی شرعی حیثیت'' کے عنوان سے ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے موجود دور میں بنو ہاشم کو زکاۃ کے جائز ہونے کی طرف مدلل انداز میں اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔

وہ اپنے اس مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ظاہرُ الروایۃ کے مطابق تو بنو ہاشم کو زکاۃ یا دیگر صدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں، مگر نادرُ الروایۃ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب خمس الخمس جو اِن کو زکاۃ ودیگر صدقاتِ واجبہ کے عوض ملتا تھا، منقطع ہوا، تو اب بھی اگر ان کو زکاۃ یا دیگر صدقات سے محروم رکھا جائے، اور وہ بھی ایسے وقت میں کہ لوگ نفلی صدقات تو درکنار فرض زکاۃ کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لیتے ہیں، اور اس سے بچنے کے لئے سو بہانے تلاش کرتے ہیں، اگر ان کو صدقاتِ واجبہ دینے کی اجازت نہ دی جائے تو لازماً خاندانِ رسول اللہ کے غریب لوگ، مالدار اور صاحبِ ثروت افراد کے سامنے دستِ سوال پھیلائیں گے، جو انتہائی ذلت ورسوائی کا کام ہے، حالانکہ بنو ہاشم اور سادات باعزت لوگ ہیں، اور مسلمانوں پر ان کی عزت کرنا، ان کا مذہبی فریضہ ہے، زکاۃ کی وصولی، سوال اور گداگری کے سامنے ذلت نہیں، اس لئے موجودہ حالات کے پیشِ نظر سادات کو زکاۃ دینا ہی چاہیئے، اگرچہ یہ رائے ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے، مگر ضرورت وحاجت کے تحت غیر ظاہر الروایۃ کو بھی ترجیح دی جاسکتی ہے، فقہ حنفی میں بہت سارے ایسے مسائل موجود ہیں، جن کو ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں متاخرین فقہائے کرام نے ضرورت وحاجت کے تحت ترجیح دی ہے، حالانکہ ان مسائل کی ذاتی حیثیت نادر الروایۃ کی ہے یا وہ متاخرین فقہائے کرام کے فتاویٰ ہیں (سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ'' جلد۴، شمارہ۲، ۱۵جون ۲۰۰۶ء تا ۱۵ستمبر ۲۰۰۶ء، صفحہ۱۰۳،۱۰۳، ۱۰۴، مطبوعہ: جامعہ المرکز الاسلامی، ڈیرہ روڈ، بنوں، مضمون ''سادات اور بنو ہاشم کو زکاۃ دینے کی شرعی حیثیت'' از مولانا مفتی مختار اللہ حقانی)

پھر مزید آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

Idara Ghufran

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ظاہرُ الروایہ کے مطابق بنو ہاشم اور سادات کو زکاۃ یا دیگر صدقاتِ واجبہ دینا جائز نہیں، مگر نادرُ الروایہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خمسِ الخمس جو بنو ہاشم کو زکاۃ اور صدقاتِ واجبہ کے عوض ملتا تھا، منقطع ہوا، تو امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جواز کا قول فرمایا، اور اس ضرورت وحاجت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امام طحاوی رحمہ اللہ اور دوسرے فقہاء نے اس نادرُ الروایہ قول کو ترجیح دی، اور ان کے علاوہ بعض فقہائے شوافع، حنابلہ اور مالکیہ نے بھی حالات اور ضروریات کے تحت جواز کا فتویٰ دے دیا، جن کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے، اور یہی رائے موجودہ حالات میں بھی قرینِ قیاس ہے، اس لئے کہ لوگ نفلی صدقات تو درکنار فرض زکاۃ کی ادائیگی میں بھی لیت ولعل سے کام لیتے ہیں، اور زکاۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے سو بہانے تلاش کرتے ہیں، تو اگر ان حالات میں بھی بنو ہاشم کو صدقاتِ واجبہ دینے کی اجازت نہ دی جائے، تو لازماً خاندانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے غریب اور محتاج افراد، مالدار اور اصحابِ ثروت کے سامنے دست دراز کرتے رہیں گے، جو انتہائی ذلت ورسوائی کی بات ہے، اس لئے کہ بنو ہاشم اور سادات ذی شرف اصحابِ عز، صفا لوگ ہیں، ان کی عزت وعصمت کا خیال رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے، مگر موجودہ حالات میں مسلمان اپنی مذہبی اور دینی ذمہ داریوں کی تکمیل میں کوتاہی کا شکار ہیں، جس سے لازماً یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ بنو ہاشم اور سادات سوال کرنے بلکہ غربت وافلاس کی وجہ سے دین چھوڑنے پر مجبور ہو چکے ہیں، تو اگرچہ بنو ہاشم کو زکاۃ کے جواز کا قول نادرُ الروایہ ہے، مگر ضرورت کے تحت اس کو ترجیح دینا کوئی نئی بات نہیں، بلکہ فقہ حنفیہ میں بہت سارے ایسے مسائل موجود ہیں، جو بذاتِ خود نادرُ الروایہ ہیں، مگر ظاہرُ الروایہ کے مقابلہ میں متاخرین فقہائے کرام نے ضرورت وحاجت کے تحت مفتیٰ بہ قرار دیا ہے (سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ'' جلد۴، شمارہ۳، ۱۵ستمبر ۲۰۰۶ء تا ۱۵دسمبر ۲۰۰۶ء، صفحہ۱۱۳، ۱۱۴، مضمون ''سادات خاندان کو زکاۃ دینے کی شرعی حیثیت'' از مولانا مفتی مختار اللہ حقانی)

اور پھر اپنے مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

لہٰذا میری ناقص رائے میں یہ بات آئی ہے کہ اس دور میں ان حالات اور ضروریات کو مدِ نظر

Idara Ghufran

رکھتے ہوئے بنو ہاشم اور سادات کے لئے زکاۃ جائز ہونے کی گنجائش ہونی چاہئے، اس لئے کہ اس دور میں سادات کے لئے زکاۃ کا دروازہ کھول کر ہی مقصدِ شریعتِ مقدسہ (سادات کو ذلت سے بچایا جائے) کی تکمیل ہوسکتی ہے، کیونکہ لوگوں میں سادات کی اعانت اور امداد کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے، اور حکومتی سطح پر بھی ان کی کفالت کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں، لہٰذا اب بھی اگر ان کو زکاۃ سے محروم رکھا جائے، ایک طرف تو یہ لوگ زکاۃ کی ذلت سے بچ جائیں گے، لیکن دوسری طرف ان کو بڑی ذلت ورسوائی پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کریں گے، اور خصوصاً دینی مدارس میں ان پر تعلیم کا دروازہ، ان کے لئے بند ہو جائے گا، اس لئے کہ مدارسِ دینیہ عموماً زکاۃ اور دیگر صدقات سے چلتے ہیں، اور بلکہ دنیوی تعلیم سے بھی محروم ہو جائیں گے، اس لئے کہ سکول اور کالج میں غریب طلبہ کو جو سکالر شپ ملتا ہے، وہ بھی زکاۃ ہی کی مد میں دیا جاتا ہے، اسی طرح زندگی کے مختلف امور میں حکومتی امداد سے بھی محروم ہو جائیں گے، اس لئے کہ ہسپتالوں میں مفت علاج اور اس علاج کے لئے حکومت کی طرف سے معاونت بھی زکاۃ ہی کی مد سے ہوتی ہے، بیٹی کی شادی یا دیگر ضروریات میں معاونت کے طور پر حکومت جو مالی امداد کرتی ہے، وہ بھی زکاۃ کی مد سے ہوتی ہے، لہٰذا اگر اس دور میں بھی ان کو زکاۃ سے محروم رکھا جائے، تو غریب سید اور ہاشمی زندگی اور حیات کی تمام تر سہولیات سے محروم ہو جائیں گے، اور اس کی تکمیل کے لئے وہ نت نئے راستے تلاش کریں گے، لہٰذا آسانی اور سہولت اسی میں ہے کہ بنو ہاشم کے لئے زکاۃ کو جائز قرار دیا جائے، اور اسی سہولت اور یُسر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بھی دیا ہے (سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ'' جلد۴، شمارہ۳، ۱۵ستمبر ۲۰۰۶ء تا ۱۵دسمبر ۲۰۰۶ء، صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶، مطبوعہ: جامعہ المرکز الاسلامی، ڈیرہ روڈ، بنوں، مضمون ''سادات خاندان کو زکاۃ دینے کی شرعی حیثیت'' از مولانا مفتی مختار اللہ حقانی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب کے نزدیک بھی بوقتِ ضرورت بنو ہاشم کو زکاۃ دینا جائز ہے۔

بہرحال گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت اور بعض حنفیہ کے فتوے اور رجحان

Idara Ghufran

کے علاوہ دیگر تینوں فقہائے کرام کے سلسلہ کے کئی جلیلُ القدر و عظیمُ المرتبت اہلِ علم حضرات سے بھی ضرورت کے وقت بنوہاشم کے لئے زکاۃ کا جواز اور اس کی طرف مدلّل انداز میں میلان مروی ہے۔ [1]

اور یہ مسئلہ بعض جہات سے مجتہَد فیہ ہے، اور اس میں ائمہ اربعہ کے اصل مذہب کے مطابق عدمِ جواز سے یہ مسئلہ مجتہَد فیہ ہونے سے خارج نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ اس کی تعلیل وعرف مختلف فیہ ہو جس پر بوقتِ ضرورت عمل وفتوے کے متعلق اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ [2]

(خاتمۃُ الکلام) چند شبہات کا ازالہ

آخر میں اس مسئلہ سے متعلق چند شبہات کا ازالہ کیا جاتا ہے۔

(۱)......ابوعصمہ کے متعلق شبہ کا جواب

حنفیہ کی کتب میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف جو یہ روایت منسوب ہے کہ آج کے دور میں بنوہاشم کے لئے تمام صدقات (بشمول زکاۃ کے) جائز ہیں۔

اس کے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ روایت ابوعصمہ سے مروی ہے، اور ابوعصمہ کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے یہ روایت نا قابلِ اعتبار بلکہ جعلی ہے، اور اس روایت کی بنیاد پر کسی بھی

---

[1] وقد نقل الطبرى الجواز عن أبى حنيفة، وقيل :يجوز لهم إذا حرموا سهم ذوى القربى حكاه الطحاوى، ونقل عن الأبهرى وهو وجه لبعض الشافعية وعن أبى يوسف :يحل من بعضهم لبعض لا من غيرهم، وعند المالكية فى ذلك أربعة أقوال مشهورة :الجواز، المنع، جواز التطوع دون الفرض، عكسه(التنوير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۲۰۴۲)

وقد نقل عن أبى حنيفة وعن المالكية وبعض الشافعية :جواز إعطاء الهاشميين من الزكاة، لأنهم حرموا من بيت المال سهم ذوى القربى، منعاً لتضييعهم ولحاجتهم، عملاً بالمصالح المرسلة .وإعطاؤهم۔ كما قال الدسوقى المالكى ۔ حينئذ أفضل من إعطاء غيرهم .وتحل صدقة التطوع لهم عند الأكثرين(الفقه الاسلامى وادلته للزحيلى، ج۳ص۱۹۶۸، كتاب الزكاة، الفصل الاول، المبحث السابع، المطلب الاول)

[2] والمجتهد فيه كل حكم شرعى ليس فيه دليل قطعى .واحترزنا بالشرعى عن العقليات ومسائل الكلام، فإن الحق فيها واحد والمصيب واحد والمخطء آثم.

وإنما نعنى بالمجتهد فيه ما لا يكون المخطء فيه آثما؛ ووجوب الصلوات الخمس والزكوات وما اتفقت عليه الأمة من جليات الشرع فيها أدلة قطعية يأثم فيها المخالف فليس ذلك محل الاجتهاد(المستصفى للامام الغزالى، ج ۱ ص ۳۴۵، القطب الرابع، الفن الاول فى الاجتهاد، النظر الاول فى اركان الاجتهاد واحكامه)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

طرح بنو ہاشم کو زکاۃ کے جواز کی گنجائش دینا درست نہیں۔

لیکن ہمیں ان حضرات کے مذکورہ دعوے سے اتفاق نہیں ہوسکا، کیونکہ اوّلاً تو سلسلۂ مشائخ واکابرِ حنفیہ میں ابوعصمہ کنیت کے ایک شخص وہ ہیں، جن کا نام نوح بن ابی مریم ہے، اور ابوعصمہ کنیت کے دوسرے شخص وہ ہیں، جن کا نام سعد بن معاذ مروزی ہے۔ [1]

اب اگر ابوعصمہ سے نوح بن ابی مریم کو مراد لیا جائے، تو ان کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے فقہ حاصل کیا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے فقہ کو سب سے پہلے جمع کیا تھا، اور ان کے قضا کے عہدہ پر مامور ہونے کے زمانہ میں قاضی ابویوسف ان کی اعانت کیا کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [2]

---

[1] ر أبو عصمة (۱۷۳ھـ)هو نوح بن أبي مريم يزيد بن أبي جعونة .لقب بالجامع قيل لأنه أول من جمع فقه أبي حنيفة، وقيل لأنه كان جامعا بين العلوم .أخذ الفقه عن أبي حنيفة وابن أبي ليلى، وروى الحديث عن الزهري وغيره .قال أحمد :كان شديدا على الجهمية .ولي قضاء مرو.(الجواهر المضية ۱۷۶/۱ و ۲۵۸/۲)

وهناك أبو عصمة آخر حنفي اسمه (سعد بن معاذ المروزي) مذكور في الهداية .انظر الجواهر المضية ۲۵۸/۲؛ ولم يذكر تاريخ وفاته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱،ص۳۳۸، مادة "الف")

[2] الجامع لقب أبي عصمة المروزي واسمه نوح وإنما ذكرته هنا لغلبة اللقب عليه قيل لقب بذلك لأنه أول من جمع فقه أبي حنيفة وقيل لأنه كان جامعا بين العلوم كان له أربع مجالس مجلس للأثر ومجلس لأقاويل أبي حنيفة ومجلس للنحو ومجلس للشعر وهو أبو عصمة نوح بن أبي مريم يزيد بن جعونة روى عن الزهري ومقاتل بن حيان توفي سنة ثلاث وسبعين ومائة وكان على قضاء مرو في خلافة المنصور وامتدت حياته ولما استقضى على مرو كتب إليه أبو حنيفة يعظه أخذ الفقه عن أبي حنيفة وابن أبي ليلى والحديث عن الحجاج بن أرطأة والتفسير عن الكلبي ومقاتل والمغازي عن ابن إسحاق وروى عنه نعيم بن حماد شيخ البخاري في آخرين قال الإمام أحمد بن حنبل كان شديدا على الجهيمة ويأتي في الكنى له زيادة ترجمة(الجواهر المضية في طبقات الحنفية، ج۱ ص۱۷۶، ۱۷۷،تحت رقم الترجمة ۳۹۴، حرف الجيم، لعبد القادر بن محمد بن نصر الله القرشي،الحنفي)

أبو عصمة الملقب بالجامع وفي هذا الباب ذكره السمعاني وقال هذا اللقب أبو عصمة المروزي قيل إنما لقب به لأنه أول من جمع فقه أبي حنيفة وقيل لأنه كان جامعا بين العلوم كان له أربعة مجالس مجلس الأثر ومجلس لأقاويل أبي حنيفة ومجلس النحو ومجلس الأشعار قال وهو أبو عصمة نوح ابن أبي مريم واسمه يزيد بن جعونة الجامع المروزي يروى عن الزهري ومقاتل بن حيان أبي بسطام مات سنة ثلاث وسبعين ومائة كان على قضاء مرو انتهى قال أبو عصمة كنت جالسا ذات يوم عند أبي حنيفة إذ دخل عليه رجل فقال يا أبا حنيفة ما تقول في رجل توضأ في إناء نظيف أيجوز لغيره أن يتوضأ بهذا الماء قال لا قلت له لم لا يجوز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اورمحدثین نے احادیث کے باب میں ان پر جرح کی ہے،اور بعض حضرات نے ان پر شدید جرح بھی کی ہے،لیکن ابنِ عدی نے ان کو حدیث کے باب میں ہلکے درجہ کا ضعیف قرار دیا ہے،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کچھ قوتِ حافظہ کی شکایت تھی۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱

اب اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے فقہ حنفی میں مذکور اس روایت کے راوی یہی ہوں،تو تب بھی فقہ حنفی میں بنوہاشم کے لئے زکاۃ کے جواز کے مسئلہ کے متعلق اس روایت پر کوئی فرق نہیں پڑتا،کیونکہ اولاً تو یہ روایت حدیث سے متعلق نہیں،بلکہ فقہ سے متعلق ہے،اور یہ بات ممکن ہے کہ کوئی راوی احادیث کے باب میں کمزور شمار کیا جائے،لیکن فقہ کے باب میں اس کی بات قبول کر لی جائے،ورنہ تو فقہ کے بے شمار مسائل کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یا أبا حنيفة قال لأنه ماء مستعمل قال فصرت إلى سفيان الثورى فسألته عن هذه المسئلة فقال سفيان يجوز أن يتوضأ به فقلت له إن أبا حنيفة قال لا يجوز التوضأ بذلك قال لى ولم قال كذا قلت قال لأنه ماء مستعمل قال فما مضت جمعة حتى جلست إلى سفيان فإذا رجل قد سأله عن هذه المسئلة بعينها فقال سفيان لا يجوز لأنه ماء مستعمل(الجواهر المضية فى طبقات الحنفية، ج۲ص۲۵۸،تحت رقم الترجمة ۱۲۵، لعبد القادر بن محمد بن نصر الله القرشى،الحنفى)

۱ نوح بن يزيد (أبى مريم) بن جعونة المروزى، القرشى بالولاء ، أبو عصمة :قاضي مرو .ويلقب بالجامع، لجمعه علوما كثيرة .وكان مرجئا، مطعونا فى روايته الحديث .من كلامه :ما أقبح اللحن من متقعر(الاعلام للزركلى، ۸ص۵۱، حرف النون)

نوح الجامع، هو أبو عصمة نوح بن أبى مريم المروزى الفقيه، (الوفاة ۱۷۱ - ۱۸۰ هـ)أحد الأعلام، ويلقب بنوح الجامع لمعنى، وهو أنه أخذ الفقه عن أبى حنيفة، وابن أبى ليلى، والحديث عن حجاج بن أبى أرطأة، والتفسير عن الكلبى ومقاتل، والمغازى عن ابن إسحاق.

وروى أيضا عن :الزهرى، وعمرو بن دينار، وابن المنكدر، وعدة،وعنه :بسر بن القاسم، وعبد الوهاب بن حبيب الفراء ، وحماد بن قيراط، ونعيم بن حماد، وحبان بن موسى، وسويد بن نصر، ومحمد بن معاوية، والحسن بن عيسى بن ماسرجس، وغيرهم .وولى قضاء مرو فى حياة شيخه أبى حنيفة، فكتب إليه أبو حنيفة بموعظة معروفة عند المراوزة.قال ابن حبان :قد جمع كل شىء إلا الصدق.وقيل :كان مرجئا.

وذكر أبو عبد الله الحاكم أنه وضع حديث "فضائل سور القرآن ."وذكره ابن عدى فى "كامله "، وساق له عدة مناكير، ثم قال :وله غير ما ذكرت، وعامته لا يتابع عليه، وهو مع ضعفه يكتب حديثه.

وقال أحمد بن حنبل :لم يكن فى الحديث بذاك، يعنى كان لا يجود حفظ الحديث، قال :وكان شديدا على الجهمية، وتعلم ذلك منه نعيم بن حماد.وقال مسلم بن الحجاج :متروک الحديث.

وقال نعيم بن حماد :سئل عبد الله بن المبارک عن نوح الجامع فقال :هو يقول لا إله إلا الله .وقال البخارى :ذاهب الحديث جدا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

تردید لازم آتی ہے، جیسا کہ بعض راویوں کو محدثین نے احادیث کے باب میں ضعیف قرار دیا ہے، مگر تفسیر یا تاریخ کے بارے میں ان کی بات نا قابلِ اعتبار شمار نہیں کی جاتی، دوسرے امام طحاوی رحمہ اللہ اور بعض دیگر متقدمین احناف نے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے، اور انہوں نے ابوعصمہ کا ذکر نہیں کیا، جس میں اس بات کا احتمال موجود ہے کہ یہ روایت کسی اور سند سے بھی مروی ہو، تیسرے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب یہ موقف تنہا اور اجنبی نہیں ہے، بلکہ اس موقف کے امت میں اور بھی بہت سے اہلِ علم قائل رہے ہیں، اور شرعی وفقہی دلائل سے اس موقف کی بھی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ اپنے مقام پر ذکر کیا جا چکا ہے۔

اور اگر ابوعصمہ سے مراد سعد بن معاذ مروزی ہوں، تو ان پر محدثین کی مذکورہ جرح نہیں ملتی، اور فقہائے کرام نے ان کی روایات کا بھی امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے اجل فقہاء سے مذکور ہونا بیان کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقال ابن حبان :اسم أبيه أبى مريم :يزيد بن جعونة، لا يجوز الاحتجاج بنوح بحال، وهو الذى روى عن يحيى بن سعيد الأنصارى، عن سعيد بن المسيب، عن أبى هريرة قال " :نهى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أن يقطع الخبز بالسكين "، وقال " :أكرموا الخبز فإن الله أكرمه ."مات سنة ثلاث وسبعين ومائة(تاريخ الاسلام للذهبى، ج۴ص۷۵۷، تحت رقم الترجمة ۳۰۳)

نوح بن أبى مريم أبو عصمة(يقال نوح بن يزيد الجامع) مروزى.

قال ابن المبارک -وقد سئل عنه :-هو يقول "لا إله إلا الله . !"

وقال العباس بن مصعب :كان أبوه أبو مريم مجوسيا اسمه (مابنه) ، واستقضى على مرو وأبو حنيفة حى، فكتب إليه أبو حنيفة بكتاب موعظة، (والكتاب يتداوله أهل مرو بينهم) وكان (يعيبه) أبو يوسف، وإنما سمى الجامع لأنه أخذ الرأى عن أبى حنيفة وابن أبى ليلى، والحديث عن حجاج بن أرطاة ومن كان فى زمانه، وأخذ المغازى عن ابن إسحاق، والتفسير عن الكلبى ومقاتل، وكان مع ذلک عالما بأمور الدنيا فسمى "نوح الجامع "، روى عنه ابن المبارک وشعبة، وأدرک الزهرى وابن أبى مليكة، وكان يدلس عنهما .وقيل لوكيع :أبو عصمة؟ قال :ما تصنع به، لم يرو عنه ابن المبارک .وقال ابن معين : نوح بن أبى مريم ليس بشىء ، ولا يكتب حديثه.وقال البخارى :نوح بن يزيد بن جعونة -يقال أنه نوح بن أبى مريم -عن مقاتل ابن حيان، منكر الحديث .وقال السعدى :سقط حديثه.وقال ابن حماد :متروک الحديث .وقال ابن عدى :وعامة حديثه لا يتابع عليه، وقد روى عنه شعبة (وهو مع ضعفه يكتب حديثه(مختصر الكامل فى الضعفاء، ج ۱ ص۷۶۳، ۷۶۴، تحت رقم الترجمة ۱۹۷۵ ، للمقريزى)

[1] وذكر أبو عصمة سعد بن معاذ المروزى عن محمد رحمه الله :أن صلاته ثابتة، وذكر فى مختصر الكرخى :أنه لا تفسد صلاة الإمام، ولم ينتسب هذا القول إلى أحد(المحيط البرهانى، ج ۱ ،ص ۴۹۰، كتاب الصلاة،الفصل السادس عشر فى الاستخلاف)

ولو استأجرت زوجها ليخدمها قال هو جائز هكذا ذكر فى ظاهر الرواية وروى أبو عصمة سعد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یہی وجہ ہے کہ ابو عصمہ کی اس روایت کا اجلِّ فقہائے احناف ہر دور میں ذکر کرتے آئے ہیں، مگر کسی نے اس روایت کو موضوع یا من گھڑت قرار نہیں دیا، لہٰذا ہمیں اس روایت کو موضوع یا من گھڑت قرار دینے کے دعویٰ سے اتفاق نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ حنفیہ کی ظاہرُ الروایۃ کے مطابق بنو ہاشم کو زکاۃ اور صدقات کا دینا جائز نہیں، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق ایسے زمانہ میں جبکہ بنو ہاشم کے لئے مالِ غنیمت کی شکل میں زکاۃ وصدقہ کا عوض وبدل موجود نہ ہو، تو ان کو زکاۃ اور ہر قسم کے صدقات کا دینا جائز ہے، اور بعض حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے، اور امام ابو یوسف اور بقول بعض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق بنو ہاشم کا اپنی زکاۃ کو دوسرے غریب بنو ہاشم کو دینا جائز ہے، اور حنفیہ کے علاوہ کئی دیگر فقہائے کرام کے متبعین ومشائخ اور مجتہدین واکابر اور معاصر بھی اس کے قائل ہیں، اور بعض حضرات کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب جواز کی روایت کو غیر ثابت یا جعلی ومصنوعی قرار دینا، ہمارے نزدیک راجح نہیں۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ بن معاد المروری عن أبی حنیفة، أنه باطل وذكر فی كتاب جعل الآبق أن المرأة متى استأجرت زوجها، فله أن لا يخدمها ومتى رفع إلى القاضى فإن القاضى يفسخ العقد وينقضه(المحيط البرهانی، ج۷،ص ۴۵۲،كتاب الإجارات،الفصل الحادی عشر :فی الاستئجار للخدمة)

ولو استأجرت المرأة زوجها للخدمة أو لرعی الغنم فهو جائز وله أن يفسخها ولا يخدمها فی ظاهر الرواية وروى أبو عصمة سعد بن معاذ المروزی عن أبی حنيفة -رحمه الله تعالى -أنه باطل وهكذا ذكر الحاكم فی مختصره وجه ظاهر الرواية أن خدمتها غير مستحقة عليه ومنافعه مملوكة له فجازت الإجارة بهذا الاعتبار ولو خدمها استحق الأجر .كذا فی محيط السرخسی وبه يفتی .كذا فی جواهر الأخلاطی(الفتاویٰ الهندية، ج۴ص ۴۳۵، كتاب الاجارة، الباب الحادی عشر)

وأما التقدير بالمساحة فقد قال أبو عصمة كان محمد -رحمه الله تعالى -يقدر فی ذلک عشرة فی عشرة، ثم رجع إلى قول أبی حنيفة -رحمه الله تعالى -، وقال :لا أقدر فيه شيئا (المبسوط، للسرخسی، ج ۱، ص ۷۱،باب الوضوء والغسل)

(قال أبو عصمة -رحمه الله -) ش :هو سعيد بن معاذ المروزی تلميذ إبراهيم بن يوسف، وهو تلميذ أبی يوسف القاضی -رحمه الله (البناية شرح الهداية،ج ۱۱ ،ص۲۲۸ ،كتاب الغصب)

(أبو عصمة) ش :وهو سعد بن معاذ المروزی -رحمه الله -من كبار أصحابنا(البناية شرح الهداية،ج ۱۲ ،ص ۱۴۰ ،كتاب الكراهية)

[1] ومنها دفع الزكاة إلى الأشراف العلويين أفتى الإمام فخر الدين الرازی بجوازه فی هذه الأزمنة حين منعوا سهمهم من بيت المال وأضر بهم الفقر(عقد الجيد فی احكام الاجتهاد والتقليد،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۲)......مرجوح قول پرفتویٰ یا عمل کے شبہ کا جواب

اس سلسلہ میں بعض لوگوں کی طرف سے ایک اور شبہ پیش کیا جاتا ہے، اور وہ شبہ یہ ہے کہ بنو ہاشم کے لئے زکاۃ وصدقاتِ واجبہ کے جواز کے قول کو بہت سے مذاہب کی کتابوں میں تضعیف یا قیل وغیرہ الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، پھر اس پر ان مذاہب کے متعدد متبعین نے کیسے جواز کا فتویٰ دیا؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ج ا ص ۲۰، فصل فی المجتهد فی المذهب وفيه مسائل، للشاه ولی الله الدهلوی)

وحكى أبو عصمة الكبير عن أبى حنيفة :أنه تجوز الصدقة لفقراء بنى هاشم، وروى ابن سماعة عن أبى يوسف أنه قال :لا بأس بصدقة بنى هاشم بعض على بعض، ولا أرى الصدقة عليهم، ولا على مواليهم من غيرهم(المحيط البرهانى، ج۲ ص ۲۸۴، كتاب الزكاة، الفصل الثامن)

وهو ظاهر الرواية وروى أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع لبنى هاشم فى زمانه؛ لأن لهم فى عوضها خمس الخمس ولم يصل إليهم وروى أن الهاشمى يجوز له دفع زكاته إلى هاشمى مثله(مجمع الانهر، ج ا ص ۲۲۴، كتاب الزكاة، باب فى بيان احكام المصرف)

(قوله وروى أبو عصمة عن أبى حنيفة جواز دفع الزكاة إلخ) قال الطحطاوى هذه الرواية عن أبى حنيفة ليست بالمشهورة .اهـ .غاية وفى شرح الآثار عن أبى حنيفة لا بأس بالصدقات كلها على بنى هاشم والحرمة للعوض وهو خمس الخمس فلما سقط ذلك بموته -عليه الصلاة والسلام -حلت لهم الصدقة قال الطحطاوى وبه نأخذ وفى النتف يجوز الصرف إلى بنى هاشم فى قوله خلافا لهما .اهـ .كاكى(حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ا ص ۳۰۴، كتاب الزكاة، باب المصرف)

قوله " :وبنى هاشم "أطلق المنع فعم كل الأزمان وسواء فى ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم وجوز أبو يوسف دفع بعضهم لبعض وهو رواية عن الإمام نهر قوله " :واختار الطحاوى دفعها لبنى هاشم" وكذا روى أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بنى هاشم فى زمانه لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل إليهم لإهمال الناس أمر الغنائم وإيصالها إلى غير مستحقيها فإذا لم يصل إليهم العوض عادوا إلى المعوض وأقره القهستانى كذا فى شرح الملتقى(حاشية الطحطاوى على مراقى، ج ا ص ۷۲۰، ۷۲۱، كتاب الزكاة، باب المصرف)

(قوله :إطلاق المنع إلخ) يعنى سواء فى ذلك كل الأزمان وسواء فى ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غيرهم لهم .وروى أبو عصمة عن الإمام أنه يجوز الدفع إلى بنى هاشم فى زمانه؛ لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل إليهم لإهمال الناس أمر الغنائم وإيصالها إلى مستحقيها .وإذا لم يصل إليهم العوض عادوا إلى المعوض كذا فى البحر .وقال فى النهر :وجوز أبو يوسف دفع بعضهم إلى بعض وهو رواية عن الإمام، وقول العينى والهاشمى يجوز له أن يدفع زكاته إلى هاشمى مثله عند أبى حنيفة خلافا لأبى يوسف صوابه لا يجزء ولا يصح حمله على اختيار الرواية السابقة عن الإمام لمن تأمل اهـ ووجهه أنه لو اختار تلك الرواية ما صح قوله خلافا لأبى يوسف لما علمت من أنه موافق لها وفى اختصار الشارح بعض إيهام .اهـ .ح (رد المحتار ،ج۲،ص ۳۵۰، كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة والعشر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اولاً تو یہ اختلاف عرف وعلت کے وجود وعدم کا ہے، جنہوں نے بنو ہاشم کے لئے عدمِ جواز کی علت مالِ غنیمت کے خمس کا حاصل ہونا اور موجود دور میں اس علت کے بدل جانے اور بنو ہاشم کے محتاج وضرورت مند ہونے یا اس جیسی کسی علت کا قول اور موجودہ دور میں اس کے نہ پائے جانے کا مشاہدہ کیا، انہوں نے اس کے جواز کا قول کیا، اور جنہوں نے علت ''اوساخ الناس'' کو سمجھا، یا ان کے مشاہدہ میں بنو ہاشم کا محتاج وضرورت مند ہونا اور ان کے لئے مالِ غنیمت کے خمس یا بیت المال سے ضرورت پوری نہ ہونا نہیں آیا، انہوں نے عدمِ جواز کا قول کیا، اور اس قسم کے مجتہد فیہ مسائل کے متعلق فقہائے کرام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص میں اجتہادی شان پائی جاتی ہو، خواہ کسی مخصوص مسئلہ میں ہی کیوں نہ ہو(کیونکہ اجتہاد کا متجزی ہونا ممکن وراجح ہے)اور وہ اپنے اجتہاد کے پیشِ نظر دلائل میں غور وفکر کرکے کسی مسئلہ میں ایسے قول کو راجح سمجھے، جس کو مرجوح قرار دیا گیا ہے، یا وہ کسی دوسرے امام کے قول کو راجح سمجھے، تو اُس کو اپنے نزدیک راجح قول پر عمل کرلینا درست ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ظاهر الرواية المنع مطلقا كذا في البحر وقال في شرح الآثار عن أبي حنيفة أن الصدقات كلها جائزة على بني هاشم والحرمة كانت في عهد النبي -صلى الله عليه وسلم- لوصول خمس الخمس إليهم فلما حصل منعهم ظلما عن ذلك بموته -صلى الله عليه وسلم- حلت لهم الصدقة قال الطحاوي وبالجواز نأخذ كذا في شرح المجمع لابن الملك (حاشية الشرنبلالي على درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ١٩١، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

قال الطحاوي :وعن أبي حنيفة أن الصدقات كلها جائزة على بني هاشم، والحرمة كانت في عهده عليه الصلاة والسلام، لوصول خمس الخمس إليهم، فلما سقط ذلك بموته صلى الله عليه وسلم حلت لهم الصدقة، قال :وبه نأخذ .وعن أبي حنيفة رحمه الله جواز دفع الهاشمي زكاته للهاشمي(شرح النقاية، ج٢ص١٦٠، كتاب الزكاة)

[1] وليس لمن يفتي بمذهب إمام أن يفتي به إلا وقد عرف دليله ووجه الاستنباط.

قال ابن القيم :لا يجوز للمقلد أن يفتي في دين الله بما هو مقلد فيه وليس على بصيرة فيه سوى أنه قول من قلده، هذا إجماع السلف وبه صرح الشافعي وأحمد وغيرهما .

وقال الجويني في شرح الرسالة :من حفظ نصوص الشافعي وأقوال الناس بأسرها غير أنه لا يعرف حقائقها ومعانيها لا يجوز له أن يجتهد ويقيس، ولا يكون من أهل الفتوى، ولو أفتى به لا يجوز، والأصح عند الحنفية أن المجتهد في المذهب من المشايخ الذين هم أصحاب الترجيح لا يلزمه الأخذ بقول الإمام على الإطلاق، بل عليه النظر في الدليل وترجيح ما رجح عنده دليله، فإن لم يكن كذلك فعليه الأخذ بأقوال أئمة المذهب بترتيب التزموه، وليس له أن يختار ما شاء.وكذا صرح الحنفية والشافعية والحنابلة بأنه ليس له أن يتخير في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بلکہ ایسی حالت میں مجتہد کے لئے شاذ قول پر عمل وفتوے کی گنجائش بھی پائی جاتی ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مسألة ذات قولين، بل عليه أن ينظر أيهما أقرب إلى الأدلة أو قواعد مذهبه فيعمل به، قال ابن عابدين :صرح بذلك ابن حجر المكى من الشافعية ونقل الإجماع عليه وسبقه إلى حكاية الإجماع فيه ابن الصلاح والباجى من المالكية، وإذا كان يعلم أن الصواب فى قول غير إمامه وكان له اجتهاد فله أن يفتى بما ترجح عنده .

وليس للمفتى المقلد أن يفتى بالضعيف والمرجوح من الأقوال على ما صرح به الحنفية والمالكية والحنابلة، بل نقل الحصكفى أن العمل بالقول المرجوح جهل وخرق للإجماع وصرح الحنفية بأن ليس للمفتى المقلد الإفتاء بالضعيف والمرجوح حتى فى حق نفسه، خلافا للمالكية الذين أجازوا له العمل بالضعيف فى حق نفسه .

وحيث قلنا :إن للمقلد الإفتاء بقول المجتهد، فيجوز له ذلك سواء كان المقلد حيا أو ميتا، قال الشافعى : المذاهب لا تموت بموت أربابها .وصرح بذلك صاحب المحصول، وادعى الإجماع عليه، لأن المجتهد الذى يستنبط حكما فهو عنده حكم دائم.

وفى وجه آخر للشافعية والحنابلة :لا يجوز ذلك لأنه لو عاش فإنه كان يجدد النظر عند النازلة إما وجوبا أو استحبابا، ولعله لو جدد النظر لرجع عن قوله الأول(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۲، ص۳۰ مادة "فتوى")

۱؎ ما يتعلق بالشاذ من أحكام:

العمل أو الفتيا أو القضاء بالقول الشاذ يختلف بالنسبة للمجتهد والمقلد والعامى.

أما المجتهد :فإنه لا يجوز له التقليد فى الجملة .وإنما عليه النظر فى الأدلة والترجيح بينها، وسواء فى ذلك العمل فى حق نفسه أو فى الإفتاء والقضاء .

وينظر تفصيل ذلك فى :(اجتهاد -تقليد -قضاء -فتوى).

هذا بالنسبة للمجتهد المطلق، أما المجتهد فى المذهب فعليه النظر والاجتهاد فيما ذهب إليه إمام المذهب وأصحابه فيعمل بما يراه أرجح أو أصح فى نظره لقوة دليله، ولو كان هذا الرأى شاذا مرجوعا عنه .ومن ذلك مثلا أن للشافعى قولين، القديم والجديد، والجديد هو الصحيح وعليه العمل؛ لأن القديم إذا خالفه الجديد مرجوع عنه إلا ما استثنى من القديم .وقد أفتى بعض فقهاء الشافعية بالقديم فى بعض المسائل، فلا يعتبر هذا مذهبا للشافعى وإنما يحمل على أن الذين أفتوا بالقديم أداهم اجتهادهم إليه لظهور دليله عندهم، قال أبو عمرو بن الصلاح :فيكون اختيار أحدهم للقديم فيها من قبيل اختياره مذهب غير الشافعى إذا أداه اجتهاده إليه، فإنه إن كان ذا اجتهاد اتبع اجتهاده، وإن كان اجتهادا مقيدا مشوبا بتقليد، نقل ذلك الشوب من التقليد عن ذلك الإمام، وإن أفتى بين ذلك فى فتواه، قال النووى :من هو أهل للتخريج والاجتهاد فى المذهب يلزمه اتباع ما اقتضاه الدليل فى العمل والفتيا، وأن يبين فى فتواه أن هذا رأيه وأن مذهب الشافعى كذا وهو ما نص عليه فى الجديد .

وكذلك كان أصحاب أبى حنيفة يأخذون بما قوى دليله فى نظرهم ولو كان مرجوعا عنه، قال أبو يوسف :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بالخصوص جبکہ کوئی اختلاف عرف وعادت کی تبدیلی پر مبنی ہو، تو پھر اس میں عرف وعادت بدل جانے کے بعد سابق موقف کے برخلاف دوسرا قول اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا، کیونکہ اگر پہلے دور کے فقہاء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ما قلت قولا خالفت فيه أبا حنيفة إلا قولا قد كان قاله، وروى عن زفر أنه قال :ما خالفت أبا حنيفة فى شىء إلا قد قاله ثم رجع عنه، قال ابن عابدين :فهذا إشارة إلى أنهم ما سلكوا طريق الخلاف بل قالوا ما قالوا عن اجتهاد ورأى .

وقد ذكر الشيخ عليش :أن فائدة تدوين الأئمة للأقوال التى رجع عنها إمام المذهب أنه يصح أن يذهب إليها المجتهد أو من بلغ رتبة الترجيح، وقد وجد ذلك لغير واحد من شيوخ أهل المذهب، وفعله ابن القاسم فى ثلاثة عشر موضعا من الكتاب، وتلقاه بالقبول أشهب وسحنون .

وأما المقلد لمذهب من المذاهب، فإن الأصل المتفق عليه فى الجملة أن العمل أو الإفتاء أو القضاء إنما يكون بالقول المشهور أو الراجح أو الصحيح فى المذهب دون القول الشاذ .

ذكر الشيخ عليش الخلاف بالنسبة للمقلد -وهو من لم يبلغ درجة الاجتهاد -والعامى هل يجب عليهما التزام مذهب معين أو لا؟ وهل يجوز الخروج منه أو لا؟ وهل يجوز له أن يقلد المفضول أو يجب عليه البحث عن الأرجح علما؟ قال الشيخ عليش بعد ذلك :إذا عرفت هذا استبان لك أن خروج المقلد من العمل بالمشهور إلى العمل بالشاذ الذى فيه رخصة من غير تتبع للرخص صحيح عند كل من قال بعدم لزوم تقليد أرجح .

وللفقهاء تفصيلات فى ذلك، ينظر مصطلح (اجتهاد وتقليد).

وقال ابن أبى زيد لا يصح تخيير المقلد بل يتعين القول الراجح، فإن تأهل للترجيح وجب الأرجح برجحان القائل، بناء على أن المصيب فى الاجتهاديات واحد، وأن تقليد المفضول مع وجود الفاضل ممنوع وهذا القول تعضده القواعد الأصولية، وعليه بنى حجة الإسلام الغزالى والإمام المازرى، وهذا هو الحق والتحقيق، ومن سلك سبيلا غير ذلك فى القضاء والفتيا، فقد اتبع هواه وهلك فى بنيات الطريق، فالعمل بالراجح متعين عند كل عالم متمكن، وإذا اطلع المقلد على خلاف فى مسألة تخصه وفيها قول راجح بشهرة أو عمل، أو غيرهما تعين عليه العمل على الراجح ولا يفتى بغيره إلا لضرورة فادحة والتزام مفسدة واضحة .

وقال أبو إسحاق الشاطبى :المقلد أو المفتى لا يحل له أن يفتى إلا بالمشهور .

وقال أبو الفضل قاسم العقبانى :إن حكم القاضى بالشاذ ينظر فى الحكم الذى عدل به عن المشهور إلى الشاذ، فإن حكم به لمظنة أنه المشهور نقض حكمه، وإن حكم به مع العلم بأنه الشاذ إلا أنه ترجح عنده فإن كان من أهل النظر ممن يدرك الراجح والمرجوح مضى حكمه، وإن لم يكن من العلم بهذه المنزلة زجر عن موافقة مثل هذا، أى ولم يمض حكمه.

وقد كان المازرى -وهو فى طبقة المجتهدين -لا يخرج عن الفتوى بالمشهور ولا يرضى حمل الناس على خلافه -لكنه أفتى مرة بالشاذ وذلك فى رواية الداودى عن مالك مع اعترافه بضعفها وشذوذها فى مسألة استحقاق الأرض من يد الغاصب بعد الزراعة وخروج الإبان، وخالف المعهود من عادته من الوقوف مع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بھی موجودہ عرف ورواج کا مشاہدہ کرتے، تو وہ بھی یہی رائے قائم کرتے، اور فقہی مسائل میں اس طرح کے بے شمار نظائر موجود ہیں، واللہ اعلم۔ [۱]

خلاصہ

مذکورہ دلائل اور تفصیل کی روشنی میں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ عام حالات میں ہاشمی نسب کے لوگوں کو زکاۃ دینے سے پرہیز کرنا چاہئے، اوران کی ضروریات عطیات یا نفلی صدقات وغیرہ سے پوری کرنی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المشهور وما عليه الجماعة والجمهور للتشديد على الظلمة والمتعدين من أهل البغي والفساد، وهو مألوف في الشرع وقواعد المذهب.

وقال السبكي :إذا كان للحاكم أهلية الترجيح ورجح قولا منقولا بدليل جيد، جاز ونفذ حكمه وإن كان مرجوحا عند أكثر الأصحاب ما لم يخرج عن مذهبه، وليس له أن يحكم بالشاذ الغريب في مذهبه -أي على أنه من المذهب -وإن ترجح عنده، لأنه كالخارج عن مذهبه، فلو حكم بقول خارج عن مذهبه، وقد ظهر له رجحانه، فإن لم يشرط عليه الإمام في التولية التزام مذهب جاز، وإن شرط عليه باللفظ أو العرف لم يصح؛ لأن التولية لم تشمله.

وقال الحنابلة :لا يجوز لمن انتسب لمذهب إمام معين أن يتخير في مسألة ذات قولين لإمامه أو وجهين لأحد من أصحابه فيفتي أو يحكم بحسب ما يختاره منهما، بل عليه أن ينظر أيهما أقرب من الأدلة أو قواعد مذهبه فيعمل به لقوته (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۳۵۸تا ص ۳۶۱، حرف الشين مادة "شذوذ")

[۱] قد تقتضي مصالح الناس وحوائجهم الأخذ بالعادات والأعراف .لكن المقصود هو العرف الصحيح، وهو ما تعارفه الناس دون أن يحرم حلالا أو يحل حراما .ولذلک يقول الفقهاء :الثابت بالعرف كالثابت بالنص .ومن القواعد الفقهية :العادة محكمة، أي معمول بها شرعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۶، ص ۲۶۱،مادة "حاجة")

العرف .والمختار في تعريفه أنه ما استقر في النفوس من جهة العقول، وتلقته الطباع السليمة بالقبول . وهو دليل كاشف إذا لم يوجد نص ولا إجماع على اعتباره أو إلغائه، كالاستئجار بعوض مجهول لا يفضي إلى النزاع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱ ،مادة "اباحة")

ويعتبر جمهور الفقهاء العرف في تعيين ما تقع عليه الإجارة من منفعة، فكيفية الاستعمال تصرف إلى العرف والعادة .والتفاوت في هذا يسير لا يفضي إلى المنازعة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱، ص ۲۶۱، مادة "اجارة")

أثر العرف في دلالة الصيغة على المقصود :للعرف أثر في دلالة الصيغة على المراد، ومراعاة حمل الصيغة على العرف له أثر في الأحكام الاجتهادية التي لا نص فيها والتي بنيت أساسا على الأعراف التي كانت سائدة.يقول ابن القيم :مما تتغير به الفتوى لتغير العرف والعادة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۱۶۱، مادة "صيغة")

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چاہئیں، اور اس کو اپنی سعادت سمجھنا چاہئے، اور اگر زکاۃ کے مال کا غیر ہاشمی غریب مسلمان شرعی طریقہ پر مالک بن جائے، اور پھر وہ اپنی خوش دلی سے ہاشمی کو وہ مال پیش کرے، تو اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں، جیسا کہ احادیث میں اس طرح کے مال کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تناول واستعمال فرمانا مذکور ہے۔

لیکن اگر مذکورہ صورتوں پر بآسانی عمل ممکن نہ ہو، اور بنو ہاشم کو مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی نہ ملتا ہو، جیسا کہ آج کل عموماً ایسا ہی ہے کہ نہ تو مالِ غنیمت کا وجود پایا جاتا اور نہ ہی بیت المال سے ان کے لئے باقاعدہ وظائف مقرر ہوتے، تو ایسے حالات میں ضرورت مند فقراء ومساکین ہاشمی نسب کے لوگوں کو زکاۃ وصدقاتِ واجبہ کا دینا ولینا جائز ہے، ہمارے نزدیک یہی راجح وصواب ہے، اور ایسی حالت میں اسی پر فتویٰ وعمل ہونا چاہئے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان ۲۶/ جمادی الاخریٰ/ ۱۴۳۵ھ 27 / اپریل/ 2014ء بروز اتوار

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

عبرت کدہ　(حضرت آدم علیہ السلام: قسط ۸)　مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت آدم وحوا کی توبہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب حضرت آدم علیہ السلام کو شیطانی وسوسہ اور لغزش کے نتیجہ میں جنت سے نکلنے اور زمین پر اترنے کا عتاب آمیز حکم ہوا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے خطاب وعتاب کہاں سنے تھے، نہ ایسے بے حس اور سخت دل تھے کہ اس کی سہار کر جاتے، بے چین ہوگئے، اور فوراً ہی معافی کی التجا کرنے لگے، مگر پیغمبرانہ معرفت اور اس کی وجہ سے انتہائی ہیبت سے کوئی بات زبان سے نہ نکلتی تھی، یا اس خوف سے کہ معافی کی التجاء اور درخواست کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی شان کے خلاف ہو کر مزید عتاب اور تنبیہ ومؤاخذہ کا سبب نہ بن جائے، زبان خاموش تھی، اللہ ربُّ العزت دلوں کی بات سے واقف اور رحیم وکریم ہیں، یہ حالت دیکھ کر خود ہی معافی کے لئے کچھ کلمات ان کو سکھا دیئے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ . اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۳۷)

یعنی ’’پھر (حضرت) آدم نے حاصل کر لئے اپنے رب سے چند کلمات، تو اللہ تعالیٰ نے آدم پر توجہ فرمائی، بلاشبہ وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان‘‘

تَـلَـقّٰی: تلقی کے معنیٰ ہیں شوق ورغبت کے ساتھ کسی کا استقبال کرنا، اور اس کو قبول کرنا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ان کو توبہ کے کلمات کی تلقین کی گئی تو آدم علیہ السلام نے انتہائی رغبت، شوق اور اہتمام کے ساتھ ان کلمات کو سعادت سمجھتے ہوئے قبول کیا، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہونے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ یا اپنی شان کی خلاف ورزی محسوس نہیں کی۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کلمات جو حضرت آدم علیہ السلام کو بغرض توبہ بتلائے گئے کیا تھے؟ ان کلمات کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے، اکثر حضرات کے نزدیک راجح یہ ہے کہ وہ کلمات وہی ہیں جو

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قرآن مجید میں دوسری جگہ منقول ہیں۔ [۱]

چنانچہ سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ“ (سورة الاعراف،رقم الآية ۲۳)

اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہماری مغفرت نہیں فرمائی اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو بے شک ہم نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے(سورہ اعراف)

تَــابَ: توبہ کے اصل معنیٰ رجوع کرنے کے ہیں،اور جب توبہ کی نسبت بندہ کی طرف کی جاتی ہے تو اس کے معنیٰ تین چیزوں کا مجموعہ ہوتا ہے،اوّل اپنے کئے ہوئے گناہ کو گناہ سمجھنا اور اس پر نادم وشرمندہ ہونا، دوسرے اس گناہ کو بالکل چھوڑ دینا، تیسرے آئندہ کے لئے اس گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم وارادہ کرنا، اگر ان تین چیزوں میں سے ایک کی بھی کمی ہوئی تو وہ حقیقی توبہ نہیں۔ [۲]

---

[۱] الثانية -واختلف أهل التأويل فى الكلمات فقال ابن عباس والحسن وسعيد ابن جبير والضحاک ومجاهد هى قوله "ربنا ظلمنا أنفسنا وإن لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخاسرين "وعن مجاهد أيضا : سبحانک اللهم لا إله إلا أنت ربى ظلمت نفسى فاغفر لى إنک أنت الغفور الرحيم .وقالت طائفة :رأى مكتوبا على ساق العرش "محمد رسول الله "فتشفع بذلک فهى الكلمات وقالت طائفة :المراد بالكلمات البكاء والحياء والدعاء .وقيل الندم والاستغفار والحزن قال ابن عطية :وهذا يقتضى أن آدم عليه السلام لم يقل شيا إلا الاستغفار المعهود .وسيل بعض السلف عما ينبغى أن يقوله المذنب فقال :يقول ما قاله أبواه ": ربنا ظلمنا أنفسنا "الآية وقال موسى "رب إنى ظلمت نفسى فاغفر لى" وقال يونس "لا إله إلا أنت سبحانک إنى كنت من الظالمين"وعن ابن عباس ووهب بن منبه :أن الكلمات "سبحانک اللهم وبحمدک لا إله إلا أنت عملت سوء ا وظلمت نفسى فاغفر لى إنک خير الغافرين سبحانک اللهم وبحمدک لا إله إلا أنت عملت سوء ا وظلمت نفسى فتب على إنک أنت التواب الرحيم "وقال محمد بن كعب هى قوله "لا إله إلا أنت سبحانک وبحمدک عملت سوء ا وظلمت نفسى فتب على إنک أنت التواب الرحيم .لا إله إلا أنت سبحانک وبحمدک عملت سوء ا وظلمت نفسى فارحمنى إنک أنت الغفور الرحيم .لا إله إلا أنت سبحانک وبحمدک عملت سوء ا وظلمت نفسى فارحمنى إنک أرحم الراحمين "وقيل :الكلمات قوله حين عطس ":الحمد لله ."والكلمات جمع كلمة والكلمة تقع على القليل والكثير .وقد تقدم (تفسير القرطبى، سورة البقرة ، رقم الآية ۳۷)

[۲] وأصل التوبة من تاب يتوب إذا رجع فكأن التائب رجع عن ذلک الذنب الذى كان عليه، ولا تتحقق التوبة منه إلا بثلاثة أمور .علم وحال وعمل .أما العلم فهو أن يعلم العبد ضرر الذنب وأنه حجاب عن الله تعالى، فإذا حصل هذا العلم تألم القلب فعند ذلک يحصل الندم وهو الحال فيترک العبد الذنب، ويعزم فى المستقبل أن لا يعود إليه وهو العمل فإذا تحققت هذه الثلاثة الأمور وحصلت التوبة(تفسير الخازن، سورة البقرة ، رقم الآية ۳۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس سے معلوم ہوا کہ صرف زبان سے ''اللہ توبہ'' کے الفاظ بول دینا گناہ معاف ہونے اور نجات کے لئے کافی نہیں جب تک کہ یہ تینوں چیزیں جمع نہ ہوں، یعنی گذشتہ کئے پر ندامت وشرمندگی اور حال میں اس کا ترک، اور مستقبل میں اس کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ وعزم، اور اس آیت یعنی تَابَ عَلَیہِ میں توبہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس کے معنیٰ ہیں توبہ قبول کرنا۔

اسی لئے بعض اللہ والوں سے پوچھا گیا کہ جس شخص سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا کوئی کام سرزد ہوجائے وہ کیا کرے؟ تو فرمایا وہی کام کرے جو اس کے پہلے والدین آدم وحوا علیہما السلام نے کیا، کہ اپنے کئے پر ندامت، اور آئندہ نہ کرنے کے پختہ ارادے وعزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے معافی کے لئے عرض کرے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

''رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡلِیۡ''

''یعنی اے میرے پالنے والے میں نے اپنی جان پر ظلم کرلیا ہے، تو آپ ہی میری مغفرت فرمایئے''

اور حضرت یونس علیہ السلام سے جب لغزش ہوگئی تو عرض کیا:

'' لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنۡتَ سُبۡحٰنَکَ. اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ''

''یعنی آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، آپ ہر برائی سے پاک ہیں، میں ظلم کرنے والوں میں داخل ہوگیا ہوں (مطلب یہ ہے کہ مجھ پر رحم فرمایئے)''

حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے جو لغزش یا بھول سرزد ہوئی ہے، اولاً تو قرآن مجید نے دونوں ہی کی طرف اس کی نسبت کی ہے، ''فَاَزَلَّهُمَا الشَّیۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا'' اور زمین پر اترنے کے حکم میں بھی حضرت حوا علیہا السلام کو شریک کر کے لفظ ''اِهۡبِطُوۡا'' فرمایا ہے، مگر بعد میں توبہ اور قبول توبہ میں بہ لفظ مفرد صرف آدم علیہ السلام کا ذکر ہے حضرت حوا کا نہیں، اس مقام کے علاوہ بھی اس لغزش کا ذکر صرف آدم علیہ السلام کی طرف کر کے کیا گیا ہے، ''عَصٰی اٰدَمُ'' وغیرہ۔

ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ رعایت ہو کہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے مستور رکھا ہے، اس لئے بطور پردہ پوشی کے گناہ اور عتاب کے ذکر میں اس کا ذکر صراحۃً نہیں فرمایا، اور ایک جگہ رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا میں دونوں کی توبہ کا ذکر کر بھی دیا گیا، تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ رہے کہ حضرت حوا کا قصور معاف نہیں ہوا، اس کے علاوہ عورت

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چونکہ اکثر احوال میں مرد کے تابع ہے، اس لئے اس کے مستقل ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ۱

لفظِ توّاب جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے، تو اس کا معنیٰ ہے توبہ قبول کرنے والا، مطلب یہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔ ۲

گناہ سے توبہ قبول کرنے کا اختیار خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ قبول کرنے اور گناہ معاف کرنے کا اختیار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں، یہود و نصاریٰ اس قاعدہ سے غفلت کی بناء پر سخت فتنہ میں مبتلا ہو گئے، کہ پادریوں اور پیروں کے پاس جاتے، اور ان کو کچھ ہدیہ دے کر اپنے گناہ معاف کرا لیتے، اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے معاف کر دیا تو

---

۱ الرابعة -إن قيل :لم قال "عليه "لـم يـقل عليهما وحواء مشاركة له في الذنب بإجماع وقد قال ":ولا تقربا هذه الشجرة "و "قـالا ربنا ظلمنا أنفسنا "فالجواب :أن آدم عـليه السلام لما خوطب في أول القصة بقوله ":اسكن "خـصـه بـالذكر في التلقي فلذلك كملت القصة بذكره وحده .وأيضا فلأن المرأة حرمة ومستورة فأراد الله الستر لها ولذلك لم يذكرها في المعصية في قوله ":وعصى آدم ربه فغوى "وأيضا لما كـانـت الـمـرأة تـابعة للرجل في غالب الأمر لم تذكر كما لم يذكر فتى موسى مع موسى في قوله ":ألم أقل لك "(تفسير القرطبي، سورة البقرة ، رقم الآية ٣٧)

۲ توّاب اور تائب میں فرق

لفظِ توّاب بندہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ، اور اللہ تعالی کے لئے بھی جیسے اس آیت میں ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ، جب بندے کے لئے استعمال ہوتا ہے تو معنیٰ ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف رجوع کرنے اور پلٹنے والا، اور جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوتا ہے تو معنیٰ ہوتے ہیں توبہ قبول کرنے والا، یہ صرف لفظِ توّاب کا حکم ہے، اس معنیٰ کا دوسرا لفظ تائب ہے، اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے جائز نہیں، اگرچہ لغوی معنیٰ کے اعتبار سے وہ بھی غلط نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی شان میں صرف وہی صفات اور القاب استعمال کرنا جائز ہیں، جن کا ذکر قرآن وسنت میں وارد ہے، باقی دوسرے الفاظ اگرچہ معنیٰ کے اعتبار سے صحیح ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کے لئے ان کا استعمال درست نہیں۔

الخامسة -قوله تعالى :(إنه هو التواب الرحيم) وصف نـفسـه سبحانه وتعالى بأنه التواب وتكرر في القرآن معرفا ومنكرا واسما وفعلا .وقـد يطلق على العبد أيضا تواب قال الله تعالى ":إن الله يحب التوابين ويحب المتطهرين "قـال ابن العربي :ولعـلـمائنا في وصف الرب بأنه تواب ثلاثة أقوال أحدها :أنـه يجوز في حق الـرب سبـحـانـه وتـعالى فيدعى به كما في الكتاب والسنة ولا يتأول .وقال آخرون :هـو وصف حقيقي لله سبـحـانه وتعالى وتوبة الله على العبد رجوعه من حال المعصية إلى حال الطاعة .وقال آخرون توبة الله على العبد قبول توبته وذلك يحتمل أن يرجع إلى قوله سبحانه وتعالى :قبلت توبتك وأن يرجع إلى خلقه الإنابة والـرجـوع في قلب المسيء وإجراء الطاعات على جوارحه الظاهرة السادسة -لا يـجوز أن يقال في حق الله تعالى :تـائـب اسم فاعل من تاب يتوب لأنه ليس لنا أن نطلق عليه من الأسماء والصفات إلا ما أطلقه هو على نـفسـه أو نبيـه عـليه السلام أو جماعة المسلمين وإن كان في اللغة محتملا جائزا .هـذا هو الصحيح في هذا البـاب عـلـى ما بيناه في (الكتاب الأسنى في شرح أسماء الله الحسنى) قـال الله تعالى ":لـقد تاب الله على الـنبـي والـمهاجرين والأنصار" وقال ":وهـو الـذي يقبل التوبة عن عباده" وإنـمـا قيل لله عز وجل :تواب لمبالغة الفعل وكثرة قبوله توبة عباده لكثرة من يتوب إليه(تفسير القرطبي، سورة البقرة، رقم الآية ٣٧)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اللہ کے نزدیک بھی معاف ہوگیا، آج بھی بہت سے ناواقف مسلمان اس طرح کا غلط اور خام عقیدہ رکھتے ہیں، جو سراسر غلط ہے، کوئی عالم یا پیر یا بزرگ کسی کے گناہ کو معاف نہیں کرسکتا، زیادہ سے زیادہ دعا کرسکتا ہے۔ [1]

(جاری ہے……)

---

[1] السابعة -اعلـم أنه ليس لأحد قدرة على خلق التوبة لأن الله سبحانه وتعالى هو المنفرد بخلق الأعمال خلافا للمعتزلة ومن قال بقولهم .وكذلك ليس لأحد أن يقبل توبة من أسرف على نفسه ولا أن يعفو عنه . قال علماؤنا :وقد كفرت اليهود والنصارى بهذا الأصل العظيم فى الدين "اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله "عز وجل وجعلوا لمن أذنب أن يأتى الحبر أو الراهب فيعطيه شيئا ويحط عنه ذنوبه "افتراء على الله قد ضلوا وما كانوا مهتدين"(تفسير القرطبى، سورة البقرة، رقم الآية ۳۷)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

طب و صحت

مفتی محمد رضوان

ادرک Ginger کے فوائد و خواص

ادرک کو عربی زبان میں ''زنجبیل'' اور انگریزی زبان میں ''Ginger'' کہا جاتا ہے۔
ادرک ایک مشہور ترکاری بھی ہے اور قیمتی شفا بخش جڑی بھی اور دوا بھی، جو پہاڑی اور پانی والے علاقوں میں کاشت کی جاتی ہے، ادرک کو مخصوص طریقہ پر خشک کر کے محفوظ رکھ لیا جاتا ہے جسے ''سونٹھ'' کہا جاتا ہے ، ادرک کا مزاج گرم اور تر ہے، البتہ خشک ادرک یعنی ''سونٹھ'' کا مزاج گرم اور خشک ہے۔
ادرک قوتِ جاذبہ سے بھرپور ہے، اس میں کیلشیم ، فاسفورس، معدنی نمکیات ، چربیلے اور لحمیاتی اجزاء وٹامن A اور B پائے جاتے ہیں۔ طب کی کتابوں میں دوا سازی کے ابتدائی مرحلے میں ہی ادرک کی افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے، ادرک پیشاب کے ذریعے جوڑوں کی سوجن اور جوڑوں کے زہریلے فضلات کو خارج کرتا ہے، اور جسم کے تمام رگ و ریشے کو گرم رکھتا ہے۔ ادرک کا اگر موزوں مقدار میں استعمال رکھا جائے تو بڑھاپے میں بھی بڑھاپے کے مختلف حملوں سے حفاظت رہتی ہے، جسم کے تقریباً تمام درکار اجزاء میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، جسم تن درست، خوبصورت اور سڈول رہتا ہے، قوتِ ہاضمہ برقرار رہتی ہے، پیٹ نظامِ ہاضمہ اور جگر کو قوت حاصل ہوتی ہے، بلغم اور گیس نہیں بنتی، ادرک یرقان کے لئے بھی مفید ہے، اس مقصد کے لئے آدھا چائے کا چمچہ ادرک کا رس نکال لیں، پھر اس میں اتنی ہی مقدار میں لیموں اور پودینے کا رس ملا دیں پھر ایک کھانے کا چمچہ شہد اس میں شامل کر کے دن میں تین مرتبہ استعمال کریں، یہ نسخہ بدہضمی، اپھارہ، جی متلانا، بدمزاجی، چڑچڑاپن اور تھکن دور کرنے کے لئے بھی موثر ثابت ہوا ہے۔
اگر کھانا کھانے سے پہلے تھوڑا سا ادرک نمک کے ساتھ ملا کر کھایا جائے ، یا باریک پسے ہوئے سونٹھ میں نمک ملا کر کھایا جائے ،تو بھوک خوب بڑھتی ہے ،کھانا کھانے کی رغبت پیدا ہوتی ہے، سونٹھ سے معدے اور آنتوں میں عمل کی حرکت بیدار رہتی ہے، لہٰذا گھریلو دوا کے طور پر ادرک یا سونٹھ کا استعمال بہت اہم ہے۔ سونٹھ گھی اور گُڑ کے ساتھ کھانے سے جسم کی رگوں میں ایک نئی بیداری اور تازگی پیدا ہوتی ہے ،کھانا جلدی ہضم ہو جاتا ہے، معدے میں رقیق اجزاء تیار ہوتے ہیں، اور پورے جسم میں ایک نئی حیات دوڑتی ہے اور جسم کا ریشہ ریشہ سرگرم عمل ہو جاتا ہے، اس اعتبار سے ادرک اور سونٹھ گویا کہ خوبیوں کی کان

Iqra Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہے۔ادرک کا رس اور سبزی ذائقہ دار اور چٹپٹی ہوتی ہے، یہ دل اور حلق کے لئے بے حد مفید ہے، اس سے گھٹیا اور جوڑوں کے امراض میں بھی افاقہ ہوتا ہے۔ادرک غذا کو ہضم کرتی اور بھوک لگاتی ہے۔ بادی بلغم کو چھانٹتی اور ریاح کو خارج کرتی ہے، جن لوگوں کا معدہ کمزور ہو، کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہوتا ہو اور ریاح زیادہ پیدا ہوتے ہوں ان کو اس کے استعمال سے بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ادرک کو اڑد کی دال، گوبھی، آلو اور اروی جیسی بادی چیزوں کے ساتھ شامل کرنے سے ان کا بادی پن دور ہو جاتا ہے۔سردیوں میں ادرک کو گڑ میں ملا کر کھانے سے بدن میں گرمی پیدا ہوتی اور سردی کم لگتی ہے۔سردی کے موسم میں اگر ہاتھ پاؤں سرد ہونے لگیں، تو ادرک کا تھوڑا سا ٹکڑا پانی میں ڈال کر اس میں چائے یا قہوہ ملا کر پیئیں، تو سردی دور ہو کر جسم میں حرارت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔میتھی کا جوشاندہ ایک پیالی لے کر اس میں ایک چمچ تازہ ادرک کا رَس اور ایک چمچ شہد ملا کر استعمال کرنے سے کالی کھانسی، دمہ اور پھیپھڑوں کی تپ دق میں افاقہ ہوتا ہے۔سردی سے آواز بیٹھ جائے تو تھوڑی سی ادرک نمک ملا کر کھانے سے آواز کھل جاتی ہے۔

بلغمی کھانسی اور دمے میں ادرک کا رس تین ماشے خالص شہد ایک تولہ میں ملا کر چاٹنے سے فائدہ ہوتا ہے، بھوک اچھی طرح نہ لگتی ہو، پیٹ میں ریاح بھرے ہوئے ہوں، قبض رہتا ہو تو ادرک کو چھیل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کریں اور اوپر نمک چھڑک کر کھائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ بھوک اچھی طرح لگے گی، ریاح نکل جائیں گے اور قبض جاتا رہے گا۔

گھٹیا اور بائے، کمر، کولھے اور جوڑوں کے دردوں اور پٹھوں کی اکڑاہٹ کو دور کرنے کے لیے ادرک کا تیل بنا کر مالش کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے۔تازہ ادرک کو کوٹ کر اس کا رس آدھ سیر لے کر اس میں پاؤ سیر تِلوں کا تیل ملا کر ہلکی آنچ پر پکائیں، یہاں تک کہ صرف تیل رہ جائے، ضرورت کے وقت اس تیل کی مالش کریں۔سردی کی وجہ سے جسم میں درد ہو، تو اس تیل کی مالش کیجئے، ہر قسم کے بادی درد میں مفید ہے، جاڑے کی وجہ سے سر میں سخت درد ہو، تو کنپٹیوں پر مالش کی جائے، بچوں کے سینے پر یہ تیل ملنے سے ان کا سینہ گرم رہتا ہے۔ادرک کا رس ایک چھٹانک، شہد ایک چھٹانک ملا کر ذرا سا گرم کریں اور پی لیں، جس کے ذریعہ چند روز میں کالی کھانسی اور دمہ کو افاقہ ہو جاتا ہے، اسی طرح سونٹھ اور چھ ماشے ہڑ کو معمولی کوٹ کر پیالی بھر پانی میں جوش دیا جائے اور شہد یا چینی سے میٹھا کر کے صبح و شام استعمال کیا جائے تو چند ہی روز میں پرانی کھانسی اور دمہ کو فائدہ ہوتا ہے۔سونٹھ اور اجوائن حسبِ ضرورت لے کر اوپر سے ادرک کا اتنا پانی ڈالیں کہ یہ دونوں چیزیں تر ہو جائیں، اس کے بعد سایہ میں خشک کر کے باریک پیس کر حسبِ ضرورت کالا

Idara Ghufran

نمک ملا کر محفوظ رکھیں، کھانے کے بعد دونوں وقت چار رتی سے ایک ماشہ پانی کے ساتھ استعمال کریں، یہ چورن ہاضمہ درست کرتا ہے، معدے کو طاقت بخشتا ہے، پیٹ کے درد اور کھٹی ڈکاروں کو بے حد مفید ہے، اس چورن کے استعمال سے معدہ کی تقریباً سب بیماریاں دور ہو کر مکمل صحت یابی حاصل ہو جاتی ہے۔

سونٹھ ڈھائی تولہ معمولی پیس کر تقریباً تین پاؤ پانی میں آدھے گھنٹے تک پکائیں، اس کے بعد چھان کر آدھی آدھی چھٹانک یہ جوشاندہ تین تین گھنٹے کے وقفہ سے چار مرتبہ پلائیں، ریاحی درد کا خاص علاج ہے۔

چھ ماشہ سونٹھ اور چھ ماشہ ملٹھی تین چھٹانک پانی میں جوش دے کر شہد یا چینی ملا کر نیم گرم پینے سے سینے کے درد کو فائدہ ہوتا ہے۔ تین ماشہ سے ایک تولہ تک باریک پسی ہوئی ادرک کھائیں اور اس کے اوپر سے دار چینی، بڑی الائچی اور اور سبز چائے تین تین ماشہ کا جوش دیا ہوا نیم گرم جوشاندہ پینے سے چند ہفتوں میں بدن ہلکا پھلکا، جسم کی چربی کم ہو جاتی ہے اور بدن کا سُن ہونا بند ہو جاتا ہے، معدہ قوی، قبض اور بلغم وریشہ دور ہو جاتا ہے۔ادرک اور پیاز کا رس ملا کر پینے سے قے آنا بند ہو جاتی ہے۔

چھ ماشہ سونٹھ اور چھ ماشہ سونف کو ایک پاؤ پانی میں دو تین جوش دے کر چھان لیں، اس کے نیم گرم جوشاندہ میں تقریباً آدھا تولہ خالص گھی ملائیں، جس کو میٹھا کر کے چند روز پیتے رہنے سے، بخار، کھانسی، تلی کی سختی ، بدہضمی اور بدن کی سستی سے چھٹکارا حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ ٹھنڈے پانی سے نہانے پر جسم میں درد اور کپکپی محسوس کرتے ہیں ان کو نہانے کے بعد تین سے چھ ماشہ پسی ہوئی سونٹھ پھانک لینی چاہئے۔

جب بلغم رک جانے سے جھوٹی پیاس لگتی ہو تو ادرک کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھ کر چوسنے سے بلغم خارج اور پیاس بند ہو جاتی ہے۔ادرک کا پانی مسوڑھوں پر ملنے سے درد کو سکون ملتا ہے اور مسوڑھوں کا ورم دور ہو جاتا ہے، دانتوں میں درد ہو تو ادرک یا سونٹھ منہ میں دبا کر رکھنے سے بھی افاقہ ہوتا ہے۔

اگر جگر کی خرابی کے باعث پیٹ میں پانی جمع ہو جائے تو مریض کو ادرک کا پانی پلائیں، یہ پانی پیشاب آور ہے اور پیٹ اور جسم کے مختلف حصوں میں رُکے ہوئے زہریلے مادوں اور پانی کو خارج کر دیتا ہے، جس کے نتیجہ میں جوڑوں کی سوجن دور ہو جاتی ہے۔ گوشت، مچھلی اور بعض دیگر اشیاء میں جو مخصوص بو ہوتی ہے، ادرک اس بو کے خاتمہ کے لئے مؤثر ترین چیز ہے، اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ دوسری اشیاء کی بو کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی خاصیت کو برقرار رکھتا ہے۔ ادرک کے رَس کے چند قطرے ملا کر شیشی میں محفوظ رکھیں، اس کو آنکھ میں لگانے سے، خارش، دھند، جالا دور ہو جاتا ہے۔

جو لوگ بہت ٹھنڈا پانی پیتے ہیں، اس سے دانتوں کو نقصان پہنچنے سے تکلیف ہوتی ہے، ادرک چبانے سے

Idara Ghufran

لعاب زیادہ پیدا ہوتا ہے، اور منہ کی غلیظ رطوبات خارج ہوجاتی ہیں، منہ کی بدبو دور ہوتی ہے، منہ کا خراب ذائقہ ٹھیک ہوجاتا ہے، اور ٹھنڈے پانی سے دانتوں کو جو نقصان ہوتا ہے، وہ بھی درست ہوجاتا ہے، اسی طرح گلے کی صفائی ہوجاتی ہے، حلق کی خشکی، خراش اور ورم کو آرام ملتا ہے۔ سونٹھ اور کالی مرچ پیس کر دانتوں پر ملنے سے دانتوں کے درد کو افاقہ ہوتا ہے، سرسوں کے تیل میں نمک اور سونٹھ ملا کر دانتوں پر ملا جائے، تو دانت صاف اور چمکیلے ہوجاتے ہیں۔ جگر کے لیے بھی ادرک مفید ہے، اس کے استعمال سے جگر کی پرانی کمزوری دور ہوجاتی ہے، ادرک مثانے اور گردے کے امراض میں جسم کو طاقت دیتی ہے، اور ادرک کے کھانے سے بواسیر میں کمی آتی ہے۔ ادرک میں خون پتلا کرنے کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے، غذا کی بے اعتدالی اور ورزش نہ کرنے کی وجہ سے جسم میں کولیسٹرول کی وجہ سے بگاڑ ہوجاتا ہے، ادرک اس کی اصلاح کر کے خون کی نالیوں میں جمی چربی کی تہہ اتارتی اور دل کو مضبوط بناتی ہے۔

جو لوگ بہت زیادہ دماغی کام کرتے ہیں، ان کے لیے ادرک کا پانی سات آٹھ تولے دودھ میں ملا کر ہلکی آنچ پر پکائیں، جب وہ آدھا رہ جائے، تو سوتے وقت چینی یا مصری ملا کر پینے سے دماغ کی تھکن اور بوجھ کم ہوجاتا ہے۔ پچاس گرام سونٹھ پیس کر سو گرام شہد میں ملا کر رکھیے، تین تین گرام صبح و شام کھائیے، اس سے حافظہ تیز ہوگا، یادداشت بہتر رہے گی، اگر کمر میں درد رہتا ہو، تو وہ بھی کم ہوجائے گا، جن لوگوں کو دودھ ہضم نہ ہو، دودھ پینے سے اپھارہ ہوجائے، دست آجائیں، وہ دودھ جوش کرتے وقت، سونٹھ کا چھوٹا سا ٹکڑا ڈال لیا کریں۔ اگر پٹھوں میں کھنچاؤ محسوس ہورہا ہو تو ہلدی اور ادرک کو پیس کر ہلکا سا گرم کریں اور اسے دن میں دو مرتبہ متاثرہ حصوں پر لگائیں۔ ادرک کا مربہ کھانا اور جائفل کو منہ میں رکھنا فالج سے نجات دلاتا ہے۔ ادرک کی ٹکور یا سکائی خون کی روانی کو بہتر بنانے اور جسم کے سیّال مادے کو حرکت دینے میں مفید ہے یہ فاسد مادوں کو گٹھلیوں میں سے گھلا دیتا ہے، ایک مُٹھی کُٹا ہوا ادرک ایک کپڑے میں ڈال کر چار لیٹر گرم پانی میں نچوڑیں، مگر پانی کو اُبالیں نہیں، ادرک کے پانی میں ایک تولیہ ڈبو کر اسی میں نچوڑ کر نکال لیں اور متاثرہ جگہوں پر گرم گرم تولئے سے سکائی اور ٹکور کریں۔

تازہ ادرک کا درمیانہ ٹکڑا لیں، اُسے چھیل کر ایک پیالی پانی میں چند منٹ کے لیے اُبال لیں، بعد میں پانی میں چینی ملا کر دن میں تین مرتبہ استعمال کریں، جس کے نتیجہ میں خواتین کے مخصوص ایام یعنی ماہواری کی بے قاعدگی دور ہوجاتی ہے اور حیض و ماہواری سے متعلقہ تکالیف میں بھی افاقہ ہوتا ہے۔

ادرک کی چائے کو بھی سردی کی وجہ سے حیض کی بندش کی شکایت دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ادرک کے پانی میں شہد ملا کر دن میں بار بار چٹانے سے ذیابیطس یعنی شوگر کے مرض میں فائدہ ہوتا ہے، اس غرض کے لیے ادرک کا مربہ بھی استعمال کیا جاتا ہے۔پانی میں ادرک ڈال کر نہار منہ پئیں تو اس سے ذیابیطس یعنی شوگر کی شرح باقاعدہ رہتی ہے۔ادرک میں جراثیم کش اجزاء بھی وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جو مختلف امراض کے خلاف قوتِ مدافعت پیدا کرتے ہیں، یہاں تک کہ سرطان یعنی کینسر کے خلاف بھی اس کو مؤثر خیال کیا جاتا ہے، ذہنی دباؤ یعنی ڈپریشن اور ہیضہ سے بچاؤ کے لئے ادرک کی بڑی اہمیت ہے۔طبی ماہرین کے مطابق سر درد کے شروع ہوتے ہی تیس منٹ کے اندر اندر تقریباً ایک چمچ ادرک کا پاؤڈر یعنی پسی ہوئی سونٹھ کا سفوف پھانک لیں ،تو یہ دماغ کی رگوں میں خون کے دباؤ کی وجہ سے پیدا ہونے والی سوجن کو روک کر سر کے درد کو روکتا ہے۔اگر سر کا شدید درد اُٹھتا ہو،تو ایک چمچ پانی میں ادرک کا تھوڑا سا پاؤڈر گھول کر آمیزہ بنالیں اور اسے متاثرہ جگہ پر لگائیں، اس سے سر کے درد میں بہت جلد افاقہ ہوتا ہے۔ادرک کو بانجھ پن اور گردے کی پتھری سے بچاؤ کے لئے بھی مؤثر قرار دیا گیا ہے۔

اگر ادرک کو صحیح ضرورت اور فائدے کے لئے استعمال کیا جائے تو یقیناً بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں،لیکن ادرک مناسب مقدار سے زیادہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اخبارِ ادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

□......۳۰/ ذیقعدہ، و ۷/ ۱۴/ ۲۱/ ذی الحجہ، جمعہ کے وعظ و مسائل کی نشستیں متعلقہ مساجد میں حسبِ معمول ہوئیں۔

□......۲/ ۲۳/ ذی الحجہ، بروز اتوار، حضرت مدیر صاحب کی ہفتہ وار اصلاحی مجلسیں منعقد ہوئیں، تعطیلاتِ عید کے دوران یہ مجلس موقوف رہی۔

□......۱۰/ ذی الحجہ، بمطابق 6 اکتوبر، بروز پیر عیدالاضحیٰ کی نماز مسجدِ غفران میں حضرت مدیر صاحب نے ساڑھے چھ بجے پڑھائی، مسجد بلال میں مفتی محمد یونس صاحب نے سات بجے پڑھائی۔

۱۰/ ذی الحجہ کو نمازِ عید سے فراغت ہوتے ہی سات بجے ادارہ غفران کے زیرِ انتظام اجتماعی قربانیوں کے ذبیحے کا عمل شروع ہو گیا، کل چھیانوے اضاحی (گائے، بیل) ذبح ہوئے، پہلے دن رات آٹھ بجے تک ساٹھ اضاحی ذبح اور تیار ہو کر حصہ داروں کو فراہم کر دیئے گئے، بقایا دوسرے دن سہ پہر تین بجے تک مکمل ہوئے، حضرت مدیر صاحب اور ادارہ کے جملہ کارکنان اجتماعی قربانیوں کی نگرانی اور خدمات کے سلسلے میں شروع سے آخر تک مشغول رہے، دوسرے دن شام کو اور تیسرے دن فراغت پا کر اکثر خدامِ ادارہ حضرات رخصت پر تشریف لے گئے، امسال تین طرح کے حصے رکھے گئے، چھ ہزار، ساڑھے سات ہزار اور دس ہزار، بعد میں حساب ہو کر لین دین بے باق کر دیا گیا، جن کی رقم بچتی تھی، ان کو واپس کر دی گئی۔

□......عیدالاضحیٰ کی عمومی تعطیلات ادارہ غفران کے تمام متعلقہ شعبوں میں مورخہ نو ذی الحجہ سے اکیس ذی الحجہ (بروز جمعہ) تک رہیں، ۲۲ ذی الحجہ بمطابق ۱۸/ اکتوبر بروز ہفتہ سے تمام شعبوں میں تعطیلات کے اختتام پر کام کا آغاز ہوا۔

□......۱۳/ ذی الحجہ، جمعرات، مولانا آفتاب عالم صاحب (پشاور) حضرت مدیر صاحب سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

□......۱۴/ ذی الحجہ، جمعہ کو قبل الفجر جناب حکیم محمد فیضان صاحب حج کی سعادت حاصل کر کے بخیر و عافیت واپس پہنچے۔

□......۱۹/ ذی الحجہ، بروز بدھ رات کو حضرت مدیر صاحب کی معیت میں چند اساتذہ لاہور کے سفر پر تشریف لے گئے، لاہور میں فجر کی نماز مولوی ایاز صاحب کے ہاں مسجد ابوبکر صدیق میں پڑھی، وہیں ناشتے کے دوران جناب ڈاکٹر طاہر مسعود صاحب (مکی مدنی پرنٹرز) بھی تشریف لائے، لاہور میں جمعرات کا پورا دن ڈاکٹر صاحب کی رہبری اور میزبانی میں گزرا، ڈاکٹر صاحب کے پریس میں ادارہ کی مطبوعات اور ماہنامہ التبلیغ کی چھپائی اور اشاعت ہوتی ہے، ڈاکٹر صاحب کی معیت میں ان کے پریس اور طباعت خانے جانا ہوا، اور دیگر لاہور کے تاریخی اور تفریحی مقامات کی سیاحت بھی ڈاکٹر صاحب کی ہمرکابی میں ہی ہوئی، پورا دن گزار کر رات کو واپسی ہوئی۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اخبارِ عالم

حافظ غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/ستمبر/2014ء، بمطابق 25/ذیقعدہ/1435ھ: پاکستان: انتخابی مدت 120 دن، فوری مردم شماری، نئی حلقہ بندیاں کی جائیں، الیکشن کمیشن کی دس سفارشات اصلاحات کمیٹی کے حوالے 22/ستمبر: اشرف غنی افغانستان کے صدر ہوں گے، شراکتِ اقتدار کا سمجھوتہ طے پا گیا 23/ستمبر: پاکستان: کابینہ کا اجلاس، ملازمتوں پر پابندی ختم، اضافی بجلی بلوں کی واپسی، متاثرینِ سیلاب کو نقد امداد دینے کا فیصلہ 24/ستمبر: پاکستان: پشاور، ایف سی کانوائے پر خودکش حملہ، اہلکار سمیت 5 افراد جاں بحق 25/ستمبر: پاکستان: بہاولنگر، ہسپتال میں زہریلی ادویات سے 15 روز میں 54 بچے جاں بحق 26/ستمبر: پاکستان: اڈیالہ جیل راولپنڈی میں اہلکار کی فائرنگ سے توہینِ رسالت کا مجرم زخمی 27/ستمبر: پاکستان: ای سی سی نے ایک لاکھ 85 ہزار ٹن کھاد درآمد کرنے کی منظوری دے دی 28/ستمبر: ہندوستان: کرپشن، تامل ناڈو کی وزیر اعلیٰ جے للیتا کو 4 سال قید، ایک ارب جرمانہ، جیل منتقل 29/ستمبر: پاکستان: پنجاب میں 52 ہزار لیڈی ہیلتھ ورکرز، سپروائزر اور دیگر عملہ ریگولر 30/ستمبر: پاکستان: ملک بھر میں تین روزہ انسدادِ پولیو مہم شروع، 10 نئے کیس بھی سامنے آ گئے یکم/اکتوبر: پاکستان: پٹرول 2.94، مٹی کا تیل 1.31 روپے، ڈیزل 95 پیسے سستا 02/اکتوبر: پاکستان: جاوید ہاشمی نے تحریک انصاف کی صدارت ورکنیت سے استعفیٰ دے دیا 03/اکتوبر: پاکستان: پشاور، گلگت، مسافر کوچوں میں دھماکے، 10 جاں بحق، متعدد زخمی 04/اکتوبر: خانہ کعبہ کو عرقِ گلاب، آبِ زم زم سے غسل، غلاف تبدیل 05/اکتوبر: پاکستان: کوہاٹ اور کوئٹہ میں دھماکے، 11 جاں بحق 45 زخمی 06/اکتوبر: ہانگ کانگ، مظاہرین اور پولیس کے دوران جھڑپیں، 22 زخمی، 29 گرفتار 07/اکتوبر: 08/اکتوبر (تعطیلِ اخبارات) 09/اکتوبر: پاکستان: بحریہ ٹاؤن لاہور میں دنیا کی ساتویں بڑی مسجد کا افتتاح، 70 ہزار نمازی بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں 10/اکتوبر: پاکستان: ڈینگی وائرس سے راولپنڈی میں 4 افراد جاں بحق 11/اکتوبر: پاکستان: ملتان، تحریکِ انصاف کے جلسے میں بھگدڑ مچنے سے 7 افراد جاں بحق، 55 زخمی 12/اکتوبر: پاکستان: بھارت کی کنٹرول لائن پر فائرنگ، 3 افراد زخمی 13/اکتوبر: پاکستان: محکمہ تعلیم نے سرکاری سکولوں کے احتساب کے لئے 7 سالوں کا ریکارڈ طلب کر لیا 14/اکتوبر: پاکستان: حکومت کا 57 ہزار 866 خالی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسامیوں پر بھرتی کا فیصلہ ✍ 15/اکتوبر: پاکستان: کراچی، بزنس ٹرین کھڑی مال گاڑی سے ٹکرا گئی، اسسٹنٹ ڈرائیور جاں بحق ✍ 16/اکتوبر: پاکستان: حج آپریشن سو فیصد کامیاب رہا، اخراجات میں 51 ہزار کم ہوئے ✍ 17/اکتوبر: پاکستان: ملتان ضمنی الیکشن میں ہاشمی ہار گئے، ڈوگر کی جیت ✍ 18/اکتوبر: پاکستان: ایرانی فورسز کی پاکستانی علاقے میں گھس کر فائرنگ سے صوبیدار جاں بحق، 3 اہلکار زخمی ✍ 19/اکتوبر: پاکستان: کراچی، اہل سنت والجماعت کے رہنما فائرنگ سے جاں بحق ✍ 20/اکتوبر: پاکستان: کراچی، ایدھی کو یرغمال بنا کر ہیڈ آفس سے 5 کلو سونا اور کروڑوں روپے لوٹ لئے گئے۔

علماء وطلباء کے لئے اہم ترین فوائدِ نحو پر مشتمل نایاب تحفہ

النحو الحسن لابن القاسم

تالیف: حضرت مولانا محمد نعیم کھتران (مدیر: جامعہ دار العلوم رحمانیہ، ڈیرہ غازی خان)

ناشر: مکتبہ عمر بن خطاب، سیدنا عمر فاروق چوک، شاہ رکن عالم کالونی، ملتان، فون: 061-6775251

الحجامہ سنٹر

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

﴿برائے خواتین﴾

(۱)......اہلیہ عمران رشید (ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر 4، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی۔ فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900)

﴿برائے مرد حضرات﴾

(2)......مولانا عبد المجید صاحب، بنی، راولپنڈی۔ فون نمبر: 0314-5125521

زیرِ انتظام: عمران رشید، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی، فون: 0333-5187568

Idara Ghufran